

اسان اصول حدیث

”السعی الحشیث“ اصول حدیث کے موضوع پر حضرت مولانا محمد انور بدخشان صاحب زید مجدہم کی مختصر و جامع فارسی تالیف ہے، جس کی افادیت کے پیش نظر مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ نے پشتو زبان میں ”الجد الاشیث“ کے نام سے اس کا ترجمہ فرمایا تھا، جسے اردو قالب میں ڈھالنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔

اردو ترجمہ

محمد عمران ولی

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 021-4927159

آسان اصول حدیث

”السعی الحثیث“ اصول حدیث کے موضوع پر حضرت مولانا محمد انور بدخشان صاحب زید مجدہم کی مختصر و جامع فارسی تالیف ہے، جس کی افادیت کے پیش نظر مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ نے پشتو زبان میں ”الجدد الاثیث“ کے نام سے اس کا ترجمہ فرمایا تھا، جسے اردو قالب میں ڈھالنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔

مترجم

محمد عمران ولی

جامعۃ اسلامیہ اسلامیہ

مدرسہ کلمہ جہت نبوی نائل
سرانسن - ۷۵۸۰ - پاکستان

ناشر

اسلامی کتب خانہ

نزد حامد علوم اسلامیہ علامہ بخاری ناؤن کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر و مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب :	آسان اصولِ حدیث
مترجم :	محمد عمران ولی
کمپوزنگ :	عبدالرؤف، محمد امین
صفحات :	۱۱۸ / ایک سواٹھارہ
طباعتِ اوّل :	ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء
تعداد :	گیارہ سو
ناشر :	اسلامی کتب خانہ

اسٹاکسٹ

اسلامی کتب خانہ

نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

فون: 021-4927159

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	دعائیہ کلمات از حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ	۶
۲	کلمات بابرکات از حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم چشتی صاحب مدظلہ	۷
۳	رائے گرامی حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب زید مجدہم	۱۰
۴	تقریظ از حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی مدظلہ	۱۱
۵	تقریظ از حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب مدظلہ	۱۴
۶	حضرت مفتی (محمد ولی درویش) رحمہ اللہ کا مختصر تعارف از مفتی رفیق احمد بالا کوٹی صاحب	۱۵
۷	سخنہائے گفتنی از مترجم	۱۸
۸	پیش لفظ از مولانا مفتی ابو یوسف محمد ولی درویش رحمہ اللہ	۲۶
۹	تمہید از حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہ	۲۸
۱۰	تقدیم از حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہ	۲۹
۱۱	”علم المصطلح“ کی تعریف	۳۳
۱۲	پہلا باب، حدیث، خبر، مرفوع، اثر، موقوف اور مقطوع کے بیان میں	۳۵
۱۳	حدیث مرفوع اور اس کی قسمیں	۳۸
۱۴	رفع حقیقی کی قسمیں	۳۸
۱۵	رفع حکمی کی قسمیں	۳۹
۱۶	دوسرا باب، اتصال، انقطاع، ارسال اور تدلیس کے بیان میں	۴۰
۱۷	تنبیہ	۴۱
۱۸	تیسرا باب، حدیث مسند، شاذ، محفوظ اور منکر کے بیان میں	۴۶
۱۹	چوتھا باب، راوی پر اعتراض کے بیان میں	۴۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۰	جہالت دو قسم پر ہے	۵۳
۲۱	بدعت کا لغوی اور شرعی مطلب	۵۵
۲۲	بدعت کی قسمیں	۵۶
۲۳	پانچواں باب، خبر واحد کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے اقسام کے بیان میں	۵۹
۲۴	حدیث غریب	۵۹
۲۵	فردِ نسبی کی وجہ تسمیہ	۶۱
۲۶	فردِ نسبی کی قسمیں	۶۱
۲۷	غریب حدیث کی مزید اور قسمیں	۶۱
۲۸	مدلس کی بحث	۶۳
۲۹	تدلیس کی قسمیں	۶۳
۳۰	مرسل کی قسمیں	۶۴
۳۱	مدلس اور مرسل خفی کے درمیان ایک دوسرا فرق	۶۵
۳۲	تدلیس کی کچھ اور قسمیں دوسرے طرز سے	۶۵
۳۳	چھٹا باب، ہم تک حدیث پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی اقسام	۶۶
۳۴	حدیث متواتر	۶۶
۳۵	حدیث متواتر کی شرطیں	۶۷
۳۶	متواتر کی قسمیں	۶۸
۳۷	خبر واحد	۶۹
۳۸	خبر واحد کی قسمیں	۷۰

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۷۱	حدیث عزیز	۳۹
۷۲	ساتواں باب، خبر مقبول اور اسکی قسموں کے بیان میں	۴۰
۷۳	صحیح لذاتہ کی شرائط	۴۱
۷۶	حسن لغیرہ	۴۲
۷۸	آٹھواں باب، حدیث کے تحمل، ضبط اور اداء کے بیان میں	۴۳
۸۳	نواں باب، بعض دیگر اصطلاحات کے بیان میں	۴۴
۸۹	دسواں باب، موضوع، انداز اور ترتیب کے لحاظ سے اقسام کے بیان میں	۴۵
۹۳	صحت اور شہرت کے اعتبار سے احادیث کی کتابوں کی اقسام	۴۶
۹۷	تساہل اور وضع (جھوٹ) درج ذیل موضوعات میں زیادہ واقع ہوا ہے	۴۷
۹۸	حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے جھوٹا ہونے کی نشانیاں	۴۸
۱۰۱	گیارہواں باب، تخریج کا مطلب اور اس کی کتابوں کے بیان میں	۴۹
۱۰۲	احادیث کے علماء نے تخریج کو تین معنوں میں استعمال کیا ہے	۵۰
۱۰۳	تخریج کا اصطلاحی مطلب	۵۱
۱۰۴	احادیث کی تخریج کے لئے لکھی گئی مشہور کتابیں	۵۲
۱۰۶	بارہواں باب، راویوں کے طبقوں اور مرتبوں کے بارے میں	۵۳
۱۱۱	خاتمہ، محدث اور حدیث شریف کے طالب کے آداب کے بیان میں	۵۴
۱۱۳	حدیث کے طالب علم کے آداب	۵۵
۱۱۶	اختتامی کلمات	۵۶
۱۱۸	فہرست مراجع	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دعائیہ کلمات

جانشین محدث العصر علامہ بنوری، بقیۃ السلف حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مدیر و شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

Jamiat-ul-Uloom-il-Islamiyyah

Allama Muhammad Yousuf Banuri Town
Karachi - Pakistan.

Ref. No. _____



جامعۃ العلوم اسلامیہ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراچی ۷۴۸۰۰ - پاکستان

Date ۲۸/۳/۲۰۰۹
۲۶/۳/۲۰۰۹

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و صحبہ اجمعین

اما بعد:

حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ ہمارے رفقاء میں سے تھے جو فی الواقع اپنے طرز معاشرت میں درویش صفت انسان تھے، علمی ذوق، دینی حمیت اور مسلکی تصلب ان کا امتیازی وصف شمار ہوتا تھا، وہ دعوت و ارشاد کا چلتا پھرتا شعبہ کہلانے کے حقدار تھے، آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد علمی یادگاریں چھوڑیں ہیں جن میں سے ایک یہ مجموعہ بھی ہے جو اصول حدیث کے موضوع پر منفرد انداز کی آپ نے ایک کوشش فرمائی تھی، جس کی ترتیب نو اور اردو ترجمہ کا اہتمام ان کے صاحبزادے مولوی محمد عمران ولی - حفظہ اللہ - نے کیا ہے اس مجموعے پر جامعہ کے کبار اساتذہ کی تقریظات بھی ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو امت کیلئے فائدہ مند بنائے۔ مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے صاحبزادے مولوی عمران ولی کے علم و عمل میں برکت و ترقی نصیب فرمائے آمین۔

و صلی اللہ و سلم علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔
والسلام

عبدالرزاق اسکندر

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مہتمم

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

کلماتِ بابرکات

محقق و مدقق، تلمیذ حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحمیم چشتی صاحب دامت برکاتہم

فاضل دارالعلوم دیوبند

ونگران شعبہ تخصص فی الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ

الحمد لله و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد:

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے استاذ حدیث مولانا محمد انور بدخشانی صاحب کے فارسی زبان میں اصول حدیث کے متعلق رسالے ”السعی الحثیث“ کا پشتو ترجمہ مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ (۱۹۴۴ء-۱۹۹۹ء) نے کیا تھا، جس کو اب مفتی ولی صاحب رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند مولانا عمران ولی نے اردو کا جامہ پہنایا ہے، یہ ایک اچھی خدمت ہے اور جامعہ کے استاذان حدیث کی تقریظیں اس پر شاہدِ عدل ہیں، اس عاجز سے بھی مولانا عمران نے لکھنے کیلئے کہا لیکن استاذان حدیث کی تقریظوں کے بعد اب اس رسالے کے متعلق مزید لکھنے کی حاجت نہیں، اللہ تعالیٰ انہیں خیر کے کاموں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس رسالے میں اور اصول حدیث کی دیگر کتابوں میں جو اصول بیان کیے جاتے ہیں، حدیث کی ٹیسٹنگ (Testing) کے یہ تمام اصول اہل اثر (اہل حدیث) کے ہیں، اہل نظر (فقہاء) کے نہیں، جیسا کہ حافظ الدین حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے اس کی تصریح بھی کی ہے چنانچہ حافظ صاحب شرح نخبة الفکر میں رقم طراز ہیں:

”فان التصانيف في اصطلاح أهل الحديث قد كثرت للأئمة في القديم والحديث..... الخ“

(نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر ص ۱۳ قدیمی)

”اہل حدیث کی اصطلاحات (حدیث) کے متعلق ائمہ متقدمین و متاخرین کی تصانیف بہت ہیں“

اسی مناسبت سے حافظ صاحب نے اپنی اس کتاب کا نام بھی ”نزهة النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر“ رکھا ہے۔

فقہاء کے ہاں حدیث کی ٹیسٹنگ (Testing) کے اصول وہ ہیں جو ائمہ مذاہب اربعہ (حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ) نے اپنے اصول کی کتابوں میں ”کتاب السنۃ“ کے تحت بیان کیے ہیں، ہمارے نصاب تعلیم میں اصول حدیث کے مختصرات کا رواج اسی وجہ سے ہے کہ اہل حدیث کو انہیں کی مصطلحات میں جواب دیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابو عمر عثمان بن صلاح رحمہ اللہ (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) کی کتاب ”مقدمة ابن الصلاح“ کے بعد ان اصطلاحات کا استعمال عام ہو گیا، اسی لئے ہمارے مشائخ نے بھی انہی کی زبان میں ان کو جواب دینے کیلئے یہی اصطلاحات استعمال کیں، یہی وجہ ہے کہ وہ صحیح احادیث جو فقہائے مجتہدین کے اصول سے ٹکراتی ہیں، انہیں معلول قرار دے کر بتا دیتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے قابل عمل نہیں ہیں، لہذا وہ احادیث جن کے متعلق بالعموم سوالات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک کی ”کتاب السنۃ“ میں موجود ہیں۔

انہی وجوہ سے مذاہب اربعہ کے باہمی اختلافی نقطہ نظر کو واضح کرنے کیلئے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو ان کے فتاویٰ میں ”بیان مآخذ مذاہب اربعہ“ کے عنوان سے مذکور ہے، (فتاویٰ عزیزی، ص ۴۲۹، ایچ ایم سعید)

اور مولانا محمد انور بدخشانی صاحب نے مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (۱۳۳۳ھ-۱۴۲۰ھ) کے کہنے پر اصول سرخسی سے انتخاب کر کے ”اصول الحدیث للامام السرخسی المنتقى من کتابہ الشهير اصول السرخسی“ شائع کی ہے، مولانا بدخشانی صاحب اپنی اس کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”ان شیخی اجازۃ الشیخ عبد الرشید النعمانی - رحمہ اللہ تعالیٰ - امام الحدیث و رجالہ و امیر علماء عصرہ فی النقد و الجرح و التعديل امرنی بانتقاء هذه الاصول من ”اصول السرخسی

المشار الیه۔ فلما وصلت الی الانتہاء و فرغت عن الانتقاء قدمت المسودة لیدہ فأشار بحسن الانتخاب الیہ.....“

(اصول الحدیث للامام السرخسی، ص ۶، بیت العلم کراچی)
میرے شیخ (جن سے مجھے اجازت حدیث حاصل ہے) علم حدیث و رجال کے امام، نقد اور جرح و تعدیل میں اپنے ہم عصر علماء کے سرخیل (مولانا) عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (امام ابو بکر محمد بن احمد سرخسی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۳ھ) کی کتاب) اصول سرخسی سے اصول (حدیث) کے انتخاب کا حکم دیا، (چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل میں) جب میں نے کام پایہ تکمیل تک پہنچایا اور انتخاب کے عمل سے فارغ ہوا تو مسودہ مولانا نعمانی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا، مولانا نے حسن انتخاب کی داد دی۔

محمد عبدالحلیم چشتی
خادم شعبہ تخصص فی الحدیث
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف
بنوری ٹاؤن کراچی ۵
۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ
۸ مارچ ۲۰۰۹ء

رائے گرامی

جامع المعقول والمنقول، محقق، محدث و مفسر، حضرت مولانا محمد انور الابد خشتانی صاحب زیدہ مجدد ہم

استاذ حدیث جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ناؤن کراچی نمبر ۵

الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز العلام والصلوة
والسلام على سيدنا محمد خير الانام وعلى آله وصحبه ومن تبعهم باحسان
الى يوم القيامة. اما بعد!

کافی عرصہ تقریباً ۲۵ سال پہلے ۱۴۰۵ھ میں، میں نے ”اصول حدیث“ میں ایک
مختصر رسالہ لکھا تھا (فارسی زبان میں)، حضرت مولانا مفتی ولی صاحب قدس سرہ نے اپنے
ذوق علمی، علم حدیث سے زیادہ لگاؤ اور طلبہ حدیث کے جذبہ خیر خواہی کی وجہ سے اس رسالہ کو
پسند فرمایا (جیسا کہ پیش لفظ میں انہوں نے اظہار فرمایا ہے) اس بناء پر حضرت مفتی صاحب نے
اس رسالے کا پشتو میں ترجمہ فرمایا، حضرت مفتی صاحب مرحوم ایک فرشتہ خصلت انسان تھے، اگر
وہ چاہتے تو اس سے بہتر رسالہ اصول حدیث کے موضوع پر لکھ سکتے تھے لیکن تواضع کا یہ عالم تھا
کہ ”المعاصرة منافرة“ کا مقولہ پس پشت ڈال کر ناچیز کے اس تیار رسالہ کو مناسب و موزوں
سمجھ کر ترجمہ فرمایا۔ اب ”الولد سرلابیہ“ کا مصداق پیش کر کے ان کے فرزند ارجمند ”مولانا
عمران ولی“ (جامعہ کی شاخ کے استاذ) نے رسالہ کا اردو میں ترجمہ فرمایا، یہ ضرورت اس لئے
پیش آئی کہ ہمارے کراچی کے مدارس میں دونوں زبانیں (فارسی اور پشتو) متروک ہیں، اس لئے
فائدہ عامہ (بنین و بنات کے استفادہ) کیلئے اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ ماشاء اللہ دونوں فرع (پشتو و
اردو) اصل (فارسی) کے ساتھ سو فیصد مطابق ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ (والد و ولد) دونوں کو اجر عظیم، نجات و عزت دارین سے نوازیں اور ان
کے اس صدقہ جاریہ کو جاری رکھیں۔

آمین یا رب العلمین

مرید خشتانی
۶۱۴۳۰/۲/۲۹

تقریظ

استاذ العلماء والجاہدین، مفکر جہاد حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم
استاذ حدیث جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سید الاولین والآخرین و علی
آلہ واصحابہ اجمعین . اما بعد!

اسلام کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے، قرآن متن کی حیثیت رکھتا ہے جو دین اسلام کا
منشور ہے اور حدیث اس کی شرح و تفسیر ہے، فقہ ان دونوں کیلئے بمنزلہ دفعات اور دستور ہے، یہ
متن اور اس کی تفسیر اور دفعات و دستور ایک دوسرے کے ساتھ باہم ایسے جڑے ہوئے ہیں کہ
جن کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا، اگر قرآن کریم سے احادیث کو الگ کیا گیا تو یہ متن
اپنی شرح اور تفسیر کے بغیر رہ جائے گا اور قرآن عظیم اپنے اکثر احکامات میں مبہم بلکہ معطل ہو کر رہ
جائے گا، اسی لئے امام مکحول رحمہ اللہ نے فرمایا: ”القرآن أخوج الی السنۃ من السنۃ الی
القرآن“ یعنی قرآن اپنے فہم اور اپنی تفصیلات کے اعتبار سے احادیث کی طرف اس سے زیادہ
محتاج ہے جتنا کہ احادیث قرآن کی طرف محتاج ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم، احادیث کیلئے
محافظ ہے اور احادیث، قرآن عظیم کیلئے مفسر ہیں اور اصول حدیث کا علم، صحیح احادیث کی پہچان
کیلئے معیار اور ترازو ہے۔

قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے اور احادیث کی
حفاظت کی ذمہ داری کا اہتمام و انتظام اس طرح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں
احادیث پر کھنے کیلئے اور جرح و تعدیل کیلئے بڑے بڑے امام پیدا فرمائے جنہوں نے احادیث کی
صحت و سقم پہچاننے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، اس طرح جرح و تعدیل کے ان اماموں

اور جبال العلم علمائے کرام نے امت کے سامنے درایۃ الحدیث اور اصول حدیث کے ایسے سنہرے اصول پیش کر دیئے کہ گویا نبی اکرم ﷺ کی ہر ہر حدیث اور اس کے متن و سند کو انہوں نے سلسلۃ الذہب کی مضبوط زنجیروں کے ساتھ ایسا باندھ لیا ہے کہ اب احادیث مقدسہ نے ”العروة الوثقی لا انفصام لها“ کی حیثیت اختیار کر لی ہے، اب کوئی طالع آزما اور کوئی خواہش پرست، الحاذرہ، روشن خیال اس رسی کو نہیں توڑ سکتا، اب یہ رسی چھوٹ تو سکتی ہے مگر ٹوٹ نہیں سکتی۔

اب ہر کہہ و مہمہ کے سامنے احادیث مقدسہ ایسے مضبوط اصولوں پر روشن ہو کر آگئیں ہیں جیسے آفتاب نصف نہار میں روشن ہو کر آتا ہے، اب ہم تک احادیث پہنچنے میں نہ کوئی الجھاؤ ہے اور نہ کوئی تاریکی و ابہام ہے کیونکہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ماہرین جرح و تعدیل ائمہ نے انتہائی تحقیق و تدقیق کے ساتھ احادیث کی ہر مریض رگ پر انگلی رکھ کر بیماری کی نشاندہی کر دی ہے، اس کی مثال ایسی ہے جس طرح پوری دنیا کے ڈاکٹر ایک مریض شخص کے مرض کی تشخیص کمر کے متفقہ فیصلہ سنا دیں کہ اس مریض کا یہ مرض ہے، اس متفقہ فیصلے میں جس طرح کوئی عقلمند انسان شک و شبہ نہیں کر سکتا ہے اسی طرح ان اصحاب جرح و تعدیل کے متفقہ فیصلے میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اصحاب جرح و تعدیل کی عظیم محنتوں اور طویل جدوجہد کی کڑیوں میں سے ایک کڑی زیر نظر کتاب ”آسان اصول حدیث“ ہے، اصل کتاب مولانا محمد انور بدخشانی صاحب دامت برکاتہم (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن) نے فارسی زبان میں لکھی تھی جس کا نام آپ نے ”السعی الحثیث فی مصطلح الحدیث“ رکھا، جس میں مؤلف موصوف نے سوال اور جواب کے انداز سے آسان و عام فہم اصول حدیث کے قواعد لکھ دیئے، پھر حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ (استاذ جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن) نے اس کتاب کا پشتو زبان

میں ترجمہ کیا جس کا نام آپ ”الجہد الاثیث“ رکھا، اس کے بعد مولانا عمران ولی صاحب (استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن) نے پشتو کی اس کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور ”آسان اصول حدیث“ کے نام سے اس کو شائع کیا جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

میرے خیال میں احادیث پڑھنے، پڑھانے والے طلبہ اور اساتذہ کیلئے یہ کتاب ایک عمدہ راہنما اصول ہے اور سوال و جواب کے انداز سے واقعی یہ آسان اصول حدیث ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عامہ و خاصہ عطا فرمائے اور علماء و طلباء کیلئے نافع اور فاضل مؤلف اور مترجم کے لئے ذریعہ آخرت بنائے۔

امین یا رب العلمین و صلی اللہ علی رسولہ الکریم و علی الہ

و اصحابہ اجمعین

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاذ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶ مئی ۲۰۰۸ء

تقریظ

از

استاذنا المکرم حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

نحمدہ و نصلی و نسلّم علی رسولہ الکریم .

اما بعد !

زیر نظر کتاب ”الجہد الاثیث“ جو کہ ترجمہ ہے ”السعی الحثیث“

(مؤلفہ حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب زیدہ مجددہ) کا جو کہ فارسی میں تھی اور اسکا پشتو ترجمہ مولانا

مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ نے کیا تھا، اب انکے لائق اور فائق بیٹے مولانا محمد عمران

صاحب نے (آسان اصول حدیث) کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا ہے، علم کی مثال ایک

شمع کی سی ہے اور شمع سے شمع جلتی ہے، یہ تمام کتابیں اصل اور ترجمے شمع کی مانند ہیں اور اردو

زبان چونکہ عام فہم زبان ہے اور پاک و ہند میں یہی زبان بولی جاتی ہے، اسلئے اس ترجمہ

کے ذریعے علم اصول حدیث جو کہ ایک نایاب علم ہے اس کے سمجھنے اور سمجھانے کا ایک زرین

موقع دستیاب ہوگا، اللہ تعالیٰ اس خدمتِ دینیہ کو قبول فرمائے اور اسکا فیض عام فرمائے۔

آمین ثم آمین

مفتاح اللہ عن اللہ

یکم صفر ۱۴۲۹ھ دوران امتحان سہماہی جامعہ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا مختصر تعارف

از

مولانا مفتی رفیق احمد صاحب بالاکوٹی

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نام: حضرت مولانا مفتی ابو یوسف محمد ولی درویش بن حضرت ولی بن اعتبار شاہ بن شیر خان بابا رحمہم اللہ

تاریخ و مقام پیدائش: ۷ جون ۱۹۲۳ء - ۱۳۶۳ھ کو پشتو کے مشہور صوفی شاعر، عارف سرحد جناب عبدالرحمن المعروف بہ ”رحمن بابا“ کے وطن ”بہادر کلات“ میں پیدا ہوئے اور پھر کچھ عرصہ بعد مالاکنڈ ایجنسی کے مضافاتی گاؤں ”مٹکنی“ میں لوٹ آئے جو کہ آپ کا آبائی وطن ہے۔

تعلیم و فراغت: ابتداء سے مقامی تعلیم گاہوں سے سلسلہ تعلیم شروع ہوا،

تقریباً آٹھویں جماعت تک اسکول کی تعلیم حاصل کی، وسائل و مواقع کی کمیابی کے باعث یہ سلسلہ موقوف ہوا اور عرصہ کے بعد کبرسنی میں دینی تعلیم شروع کی اور ۱۹۷۱ء - ۱۳۹۱ھ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے درس نظامی کی سند فراغت حاصل کی اور دو سال تخصص و افتاء کا کورس کیا۔

آپ کے اساتذہ کرام: حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (المتوفی

۱۹۷۷ء)، حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹوکی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۵ء)، حضرت مولانا مفتی

احمد الرحمن صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۱ء)، حضرت مولانا بدیع الزمان صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۹ء)،

حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب شیرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۵ء)، حضرت مولانا معاذ الرحمن

صاحب رحمہ اللہ، مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۷ء)، تلمیذ حضرت مدنی مولانا

محمد سواتی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۸ء)، حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی

۲۰۰۷ء)، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اداکاروی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۰ء)، (جو

اگرچہ باقاعدہ استاذ تو نہیں تھے لیکن حضرت کا ان سے عقیدت و احترام کا ایسا تعلق تھا جیسا کہ ایک

شاگرد کو اپنے مربی و مشفق استاذ سے ہوتا ہے)، حضرت مولانا محمد حامد صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)، انکی وفات حضرت بنوری رحمہ اللہ سے ایک ہفتہ قبل ہوئی، حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبد اللہ کا کا خیل صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۸ء)، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۸۹ء)، حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب (المتوفی ۱۹۹۹ء)، حضرت مولانا قائم شاہ صاحب، حضرت مولانا آفتاب احمد صاحب، حضرت مولانا غلام رسول صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی، مولانا محمد احمد قادری صاحب، الشیخ الاستاذ عبد الرحمن صالح مصری (مبعوث الازہر الشریف مصری الجامعہ ۱۹۷۷ء-۱۳۹۰ھ)، الشیخ الاستاذ الحجۃ والقاری محمد ابراہیم غنیم المصری (مبعوث الازہر الشریف مصری الجامعہ ۱۹۷۷ء-۱۳۹۰ھ)، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب کوہستانی مدظلہ، حضرت مولانا شہاب الدین ایرانی صاحب، حضرت مولانا محمد امین اورکزئی صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا نور الہندی صاحب مدظلہ۔

اجازت حدیث: اپنے اساتذہ کرام کے علاوہ حضرت مولانا شمس الحق افغانی، ترنگزئی رحمہ اللہ (سابق وزیر معارف الشرعیہ، ریاستہائے متحدہ بلوچستان، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند) شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، (المتوفی ۱۹۸۳ء)، حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند، المتوفی ۱۹۸۳ء) اور مشہور حنفی عالم، محقق و مدقق و مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ عبد الفتاح ابو غندہ رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۱۷ھ) نے آپ کو اجازت حدیث عطا فرمائی۔

مجاز بیعت: حضرت محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ علیہ کے دست اقدس پر رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیعت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

طرز زندگی: اخفاء و خمول کا مظہر، زہد و تقویٰ کی عملی تصویر، جذبہ جہاد اور حمیت دینی سے سرشار، عملی ذوق کا مجسمہ، قناعت و کفایت شعاری کی اعلیٰ مثال، احساس ذمہ داری، نظام الاوقات کی پابندی اور حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔

علمی کارنامے: ۱۔ فقہی پہیلیاں (اردو)، ۲۔ اپنے گھر کی اصلاح کیجئے (اردو)، ۳۔ کیا

نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا سنت ہے؟ (اردو) ، ۴۔ رسول اللہ ﷺ (پشتو) (حنفی نماز کا اثبات اور غیر مقلدین کے شکوک و شبہات کے مسکت جوابات) ، ۵۔ القول السدید فی جواب القول العنید (پشتو) (رد غیر مقلدین) ، ۶۔ نور العیون والبصائر فی توضیح الاشیاء والنظائر (اردو) ، ۷۔ الرائد لرجال مجمع الزوائد (عربی) ، ۸۔ الجہد الاشیث (اصول حدیث) (پشتو) ، ۹۔ درس قرآن حضرت مولانا عبدالحلیم کوہستانی صاحب (پشتو)

رحلت: ۷ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۹۹ء بروز جمعرات بوقت سحر، قندھار کے سرکاری مہمان خانہ میں ہوئی۔

مدفین: بوقتِ عشاء اپنے آبائی وطن میں ہوئی، نماز جنازہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ العالی (مدیر جامعۃ العلوم الاسلامیۃ) نے پڑھائی، جس میں کثیر تعداد میں علمائے کرام و طلباء عظام اور عوام الناس کا اک جم غفیر شریک ہوا۔

اللہم اغفرلہ وارحمہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ . آمین .

آتی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا رہیگا
بادِ صبا دغہ یو سوال خود درویش اومنے
حماد لورے ئے خوارہ کپہ پہ مزار گلوںہ

درویش رحمہ اللہ

سخنہائے گفتنی

ہمارا عقیدہ و ایمان ہے کہ دین اسلام کی بنیاد کلام اللہ، قرآن مجید اور کلام رسول ﷺ احادیث نبوی ہیں اور قرآن مجید کے بعد سب سے اعلیٰ، ارفع، ذی شان اور مقدس علم ”علم حدیث“ ہے، یہی فرامین نبویہ (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام) کتاب اللہ کی مکمل توضیح، تشریح و تفسیر ہیں اور فہم قرآن میں ہم ان سے مستغنی نہیں ہو سکتے، جس طرح ابتداء نزول قرآن سے آج تک اس کا حرف حرف، لفظ لفظ محفوظ و موجود ہے اسی طرح افعال و اقوال رسول ﷺ بھی محفوظ و موجود ہیں، جو کہ اس امت مسلمہ کی لافانی و ابدی خصوصیت ہے، جس طرح اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی حفاظت و صیانت کا ذمہ خود اٹھایا اور قرآن کریم محفوظ ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اَنَا لَهُ لِحَافِظُونَ﴾ (سورۃ الحجر، آیت ۹) اسی طرح نطق نبوی ﷺ کو وحی قرار دے کر محفوظ قرار دیا گیا، چنانچہ فرمان الہی ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (سورۃ النجم، آیت ۳، ۴)

ہر دور میں علماء امت نے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور ان کی حفاظت کیلئے ہمہ تن گوش، اخلاص و للہیت کے ساتھ اپنی پوری زندگیاں وقف کیں، طرح طرح کی تکالیف اور مشقتیں برداشت کر کے ان کو ضائع ہونے سے بچایا اور امت کے ان جبال العلم علماء، اکابر، محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے ”علم حدیث“ کی تمام تر اقسام پر انتہائی جامع و مانع اور بہترین کتابیں تصنیف و تالیف اور ترتیب دی ہیں۔

احادیث مبارکہ کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ اور بنیادی مدار ”سند“ ہے، سند کے بغیر ان کی حفاظت و صیانت مشکل بلکہ ناممکن ہے، مشہور محدث و امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفی ۴۰۵ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ”معرفۃ علوم الحدیث“ میں امام و محدث حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۸۱ھ) کے مشہور قول ”الاسناد من الدین

ولولا الاسناد لقال من شاء ما قال“ کو نقل کرنے کے بعد یوں فرماتے ہیں:
 ”فلولا الاسناد وطلب هذه الطائفة له وكثرة مواظبتهم على حفظه لدرس منار
 الاسلام ولتمكن اهل الالحاد والبدع فيه بوضع الأحاديث و قلب الاسانيد فان
 الاخبار اذا تعرت عن وجود الاسانيد فيها كانت بشرأ.“

یعنی ”اگر اسناد نہ ہوتیں اور گروہ محدثین انکو طلب نہ فرماتے اور ان کے حفظ پر کثرت سے مواظبت نہ کرتے تو علامات اسلام مٹ جاتیں اور ملحد و بدعتی لوگ اس میں جھوٹی احادیث وضع کرنے پر قدرت پا کر غالب آجاتے اور احادیث کی اسناد کو الٹ پلٹ دیا جاتا کیونکہ اگر احادیث مبارکہ کو ”اسناد“ سے بے نیاز قرار دیا جائے تو وہ بے بنیاد ہو جائیں گی“

حفاظتِ سنت کے پیش نظر علمائے کرام نے اس کے متعلق ہر طرح سے معلومات جمع فرمائیں، راویانِ احادیث کے مختلف طبقات بنائے، فنِ جرح و تعدیل کی بنیاد رکھی گئی، علم رجال جیسا عظیم الشان علم وجود میں آیا جس میں سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں روایۃ حدیث کے احوال، ان کا علمی ذوق و شوق، طلبِ علم حدیث کے آداب تاریخ کے سنہرے اوراق میں ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گئے، جو اس امتِ مرحومہ کا طرۂ امتیاز ہے، حدیث قبول کرنے اور نہ کرنے کیلئے کڑی شرائط، محکم اصول و قوانین وضع کر کے مقرر کیے گئے، ثقات و ضعفاء کی تفریق کی گئی اور ان کیلئے بھی قواعد و ضوابط مرتب کیے گئے اور انہی قواعد و ضوابط مرتب کرنے کے فن کو ”علم اصول حدیث“ یا ”علم مصطلح الحدیث“ کا نام دیا جاتا ہے۔ شرح مقدمہ صحیح مسلم میں ہے:

”چونکہ احادیثِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ) قرآن کریم کی تشریح و تفسیر ہیں، جن کے بغیر قرآن کریم کو سمجھنا مشکل ہے، اور یہ احادیث دین و شریعت کا مستقل مأخذ ہیں، اور شریعت کا سمجھنا احادیث پر موقوف ہے اور اگر احادیث کو درمیان سے نکال دیا جائے تو نماز، روزہ، حج،

زکوٰۃ اور دیگر احکام کا عمل و نقشہ مرتب ہی نہیں کیا جاسکتا، اور پھر احادیث کے توسط سے امت کا حضور اکرم ﷺ سے مستقل رابطہ قائم و دائم ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ کا مکمل نمونہ امت کے سامنے احادیث ہی کے ذریعے واضح ہوتا ہے، اس لئے امت کے علماء نے احادیث کو سینوں اور سفینوں میں محفوظ کیا، اس کی خوب خدمت کی، باقاعدہ ایک طبقہ ”محدثین“ کے نام سے اللہ جل شانہ نے پیدا فرمایا، جنہوں نے اپنی زندگیاں حدیث شریف کی خدمت کیلئے وقف کر دیں، ان محدثین کرام نے الفاظ حدیث کو یاد کیا، اسے باقاعدہ فن کی حیثیت دی، اور اس فن کی حفاظت کیلئے پچاس سے زائد علوم ایجاد کیے، جن کی تفصیل احادیث کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، احادیث کے مراتب متعین کرنے کیلئے جرح و تعدیل اور اسماء الرجال کا فن وجود میں آیا، احادیث کی برکت سے لاکھوں افراد کے سوانحی خاکے مرتب ہوئے،

اسی طرح الدكتور مسفر بن غرم اللہ الدینی فرماتے ہیں: ”فقد قام سلف هذه الأمة و خلفها بالعناية بسنة رسول الله ﷺ حفظاً و تدويناً و نشرأ و تعلیماً، تحقيقاً لما وعد الله به من حفظ دينه و كتابه و لا عجب في ذلك فهي بيان القرآن و هي الحكمة التي أنزلت على لسان المصطفى ﷺ“

کما اجتهدوا - رحمهم الله - في تمييز صحيحها من سقيمها و موصولها من مرسلها، حيث صنفوا في الصحيح و الضعيف و الموضوعات، كما صنفوا المسانيد و الجوامع و الموطآت و كذا في الأطراف و الغريب و المسلسلات. وفي كل نوع من انواع علوم الحديث لهم مصنفات و لم يتركوا لمن بعدهم اكثر من التقييد و التحقيق او الاستدراك و التذييل..... أما اصول العلم وقواعده و أركانه و شواهدہ فہی مما استوی سوقہ و استغلظ عودہ، و أعجز و المتأخر أن يأتي بمالم يصلوا اليه، أو يقارب ما انتهوا اليه.^۲

چنانچہ ہر دور میں طبقہ اہل علم نے علم حدیث کی ہر طرح، ہر جانب، ہر انداز اور ہر زاویے سے خوب سے

۱۔ شرح مقدمہ صحیح مسلم از شہید اسلام حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۴ء)، ص ۳، طبع الفیصل پرنٹرز کراچی

۲۔ التدلیس فی الحدیث للدكتور مسفر، مقدمہ ص ۵، الطبعة الاولى ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء ریاض

خوب تر کوشش خدمت، اسے آسان سے آسان بنانے اور ترقی دینے کی بھرپور کامیاب اور مقبول سعی فرمائی ہے، بے شمار کتابیں ضبط تحریر لائی گئیں، بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) سب سے پہلے جس شخصیت کو اس فن پر قواعد و ضوابط مرتب کرنے کا اعزاز حاصل ہوا وہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور امام و محدث قاضی ابو محمد رامہرمزی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۰ھ) ہیں، چنانچہ الدکتور الاستاذ معظم حسین ”معرفة علوم الحديث لنيسابوري“ کے مقدمے میں رقمطراز ہیں: ”وقال الحافظ ابن حجر في أول شرحه لكتابه نخبة الفكر: إن أول من صنف في الاصطلاح هو القاضي أبو محمد الزاهر مزي

فعمل كتاب المحدث الفاصل اه (مقدمة المصحح ص ”يه“)

لیکن آگے جا کر امام حاکم النیسابوری رحمہ اللہ کی اسی ”معرفة علوم الحديث“ (ص ۸۱) پر حافظ موصوف رحمہ اللہ امام علی بن عبد اللہ بن جعفر مدینی رحمہ اللہ کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کے بعد علم حدیث اور اس کی انواع کے متعلق ان کے مصنفات گناتے ہیں جو ۲۹ کے لگ بھگ ہیں، امام ابن مدینی کی وفات ۲۴۲ھ ہے جبکہ امام رامہرمزی رحمہ اللہ کا سن وفات ۳۶۰ھ ہے اور ان کے درمیان تقریباً سو صدی کا فاصلہ ہے اور امام ابن مدینی رحمہ اللہ متقدم ہیں لہذا معلوم یہی ہوتا ہے کہ امام رامہرمزی رحمہ اللہ سے پہلے بھی اس علم کی بمع انواع و اقسامہ غیر معمولی خدمات ہوئی ہیں جیسا کہ ”معرفة الحديث“ میں حافظ نیسابوری رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہے۔ (واللہ اعلم)

بہر حال اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھا اور بے شمار محدثین عظام نے اس فن پر مختلف اسلوب و انداز میں مختلف قیمتی کتابیں لکھیں، ان میں قابل ذکر مشہور مصنف و مؤرخ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) ہیں جنہوں نے اس فن اور اس کے محتویات پر بعض حضرات کے بقول ۲۳ اور بعض کے بقول ۳۰ کے قریب گراں قدر کتابیں تصنیف فرمائیں، بعض حضرات نے منظوم انداز میں اس فن کی خدمت کی، بہر صورت بے شمار کتابیں و رسائل اس فن پر وجود میں آئے جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

انہی حضرات کی قابل قدر کوششوں اور سنجیدہ کاوشوں کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس علم کی دیگر علوم کی طرح اپنی اصطلاحات، اپنا انداز و ادا، اپنا رنگ، اپنی لغات اور اپنی زبان ہے بلکہ دیگر علوم کی نسبت ہر انداز میں ان سے یکتا، ممتاز اور منفرد خصوصیات کا حامل ہے، اور جب کوئی علم اس بلند مقام پر فائز ہو جائے تو فہم عام کیلئے وہ ہر لغت، ہر زبان میں ہر طرح کی تشریح و توضیح اور کشف و بیان کا محتاج ہوتا ہے اور اسی کے پیش نظر تقریباً ہر زبان میں اس علم کی یہ شدید ضرورت پوری کرنے کی بھرپور کوشش و جدوجہد کی گئی ہے، اور شروع ہی سے ہر دور کے علماء امت، وقت کی ضرورت اور اہل زمانہ کی حاجت و معیار کے مطابق اور انکے فہم و تفہیم کے معیار کے اعتبار سے اس سلسلہ کو بڑے احسن و خوبصورت اور سہل انداز میں جاری رکھے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ اسی طرح تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔

اس مبارک سلسلے کی ایک سنجیدہ کڑی ہمارے استاذ محترم، محقق وقت، مفسر و محدث حضرت مولانا محمد انور البدر خٹانی صاحب بارک اللہ فی حیاتہ الغالیہ و نفعنا اللہ بعلومہ کی تالیف لطیف ”السعی الحثیث فی مصطلح الحدیث“ ہے، جسے حضرت الاستاذ مدظلہ نے علماء و طلباء خصوصاً فارسی زبان بولنے والوں کیلئے سوال و جواب کے انداز میں آج سے تقریباً ۲۵ سال قبل ۱۴۰۵ھ میں مرتب فرمایا تھا، کتاب کے عام فہم انداز، اسلوب جدید اور افادیت کے پیش نظر حضرت والد محترم مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۹ء) بھی اسی طرز کی ایک کتاب پشتو بولنے والوں کیلئے ترتیب دینے کا سوچ رہے تھے، جب حضرت الاستاذ کی کتاب سامنے رکھی تو اپنا ذہنی خاکہ اس میں موجود پایا اور اسی کو پشتو میں منتقل کرنے پر اکتفاء فرمایا، چنانچہ ”الجدید الاثیث“ کے نام سے آج سے تقریباً ۱۶ سال قبل ۱۴۱۵ھ میں یہ ترجمہ مکمل ہوا، اور غالباً ایک ہی مرتبہ آپ رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ میں شائع ہو سکا، حضرت رحمہ اللہ کی ۱۹ اگست ۱۹۹۹ء کو اچانک قدحار افغانستان میں دوران خلافت اسلامیہ طالبان رحلت کا سانحہ فاجعہ پیش آیا اور آپ راہی ملک

عدم ہوئے، اس عظیم ناگہانی حادثہ کے کچھ عرصہ بعد ہی ”الجمہد الاُشیث فی ترجمۃ السعی الخسیث“ کا مسودہ ان کے محقق قلمی مخطوطات سے دستیاب ہوا۔

یلوح الخط فی القرطاس دھراً
وکاتبہ فی التراب رمیم

اور کسی کاپی میں رکھنے کی بناء پر کافی عرصہ یاد نہ رہا اور اس کے ڈھونڈنے میں سرگرداں رہا کہ پچھلے سال عید الاضحیٰ ۱۴۲۹ء کے موقع پر اچانک بفضلِ خدا مل گیا، فوراً حضرت الاستاذ مولانا محمد انور البدخشانی صاحب مدظلہ (جو کہ آج کل مجلسِ دعوت و تحقیق اسلامی میں مقیم ہیں اور بندہ کو انکا پڑوسی ہونے کا شرف و سعادت حاصل ہے، والحمد للہ علیٰ ذلک) کو دکھایا، حضرت الاستاذ محترم مدظلہ نے دیکھتے ہی خوشی کا اظہار فرما کر پشتو سے اردو میں منتقل کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ حضرت استاذ محترم کی اجازت اور حکم سے ”الجمہد الاُشیث“ کو پشتو سے اردو میں بفضل اللہ و عنہ منتقل کرنا شروع کیا اور تقریباً ایک ماہ کے عرصے میں یہ ترجمہ مکمل ہوا، جو کہ آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔

اگرچہ ترجمہ کی تمییز اور کمپوزنگ کا کام جلد ہی ہو گیا تھا لیکن متعدد مشاغل کی وجہ سے اس کی طباعت میں تاخیر ہوتی رہی، الحمد للہ کہ اس کی طباعت کا مرحلہ بھی آپہنچا۔

وما ذلک الا بتوفیق اللہ عزّ و علا

انتہائی ناسپاسی اور احسان فراموشی ہوگی کہ اگر اس موقع پر میں اپنے مشفق اساتذہ کرام کا تذکرہ اور شکریہ ادا نہ کروں جن کی شفقتوں، دعاؤں اور توجہ کی بدولت یہ کارِ مشکل آسان اور وقوع پذیر ہوا، خصوصاً حضرت استاذنا المکرم حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب زیدہ مجدہم جنہوں قدم بقدم بندہ کی راہنمائی فرمائی، ترجمہ ہذا میں درپیش سوالات اور معانی و مطالب کے فہم کیلئے اکثر حضرت الاستاذ ہی سے رجوع کیا اور استاذ محترم نے بڑی شفقت اور خندہ پیشانی کے ساتھ وہ مقامات حل کروائے اور آخر میں بندہ کی درخواست پر بخوشی تقریظ بھی تحریر فرمادی۔

اسی طرح انتہائی مشفق استاذ حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم نے

بھی بہت ہی شفقت و محبت کے ساتھ بندہ کی درخواست پر ترجمہ کو اول تا آخر حرفاً حرفاً مطالعہ فرمایا، کتابت کی تصحیح فرمائی اور قنی غلطیوں پر بھی متنبہ فرمایا، بندہ اکثر و بیشتر حضرت استاذ صاحب سے پشتو کے قابل غور مشکل کلمات اور محاورات کے سمجھنے کیلئے بھی ترجمہ کے دوران رجوع کرتا رہا اور حضرت مدظلہ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انتہائی آسان انداز میں سمجھایا اور پھر آخر میں بندہ کی خواہش پر قیمتی کلمات بھی تحریر فرمادیئے، استاذ محترم، جانشین حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ، بقیۃ السلف، حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ العالی (مدیر شیخ الحدیث جامعہ) اور استاذنا المکرم حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم نے بھی دعائیہ کلمات تحریر فرمائے، مشہور محقق و مدقق تلمیذ حضرت مدنی علیہ الرحمہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب (فاضل دارالعلوم دیوبند و نگران شعبہ تخصص فی الحدیث، جامعہ علوم اسلامیہ) نے بھی بندہ سے چیدہ چیدہ مقامات سننے اور مختلف اوقات میں طلبہ کرام حضرت کو سناتے رہے اور پھر حضرت مدظلہ نے تقریظ تحریر فرمائی، اسی طرح محترم و مکرم مولانا مفتی رفیق احمد بالا کوئی صاحب مدظلہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ابتداء کتاب کا اول تا آخر مطالعہ فرمایا، کئی جگہ مفید اصلاحات کیں اور باریک اغلاط کی تصحیح فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا، محترم المقام مولانا شیخ خالد خلیل نعمانی مظاہری دامت فیوضہم (تلمیذ حضرت بنوریؒ و استاذ مدرسہ خلفاء راشدین، فرع الجامعہ) نے بھی ترجمہ ہذا کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا اور کئی مقامات پر مفید حذف و اضافہ کے علاوہ مسودے کی نوک پلک درست فرمائی، جامعہ کے درجہ تخصص فی الحدیث کے طالب علم مولانا محمد یاسر عبد اللہ صاحب حفظہ اللہ نے بھی ترجمہ ہذا کا بڑی محنت سے مکمل مطالعہ فرمایا اور اپنے انداز میں بعض مقامات کی تصحیح فرمائی اور کتب کی طرف مراجعت فرما کر احادیث کی تخریج فرمائی اور حوالہ جات درج فرمائے اور آخر میں جناب عبدالرؤف صاحب اور جامعہ کی شاخ مدرسہ خلفائے راشدین درجہ خامسہ کے طالب علم جناب محمد امین غازی صاحب حفظہما اللہ کا بھی بہت ہی مشکور ہوں جنہوں نے ترجمہ ہذا کی کمپوزنگ انتہائی کوشش اور جانفشانی سے فرمائی۔

اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ کرام و خصوصاً جن کا ذکر ہوا، سب کو دنیا و آخرت میں ان احسانات کا اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے، ان سب کی عمروں میں برکت نصیب فرمائے اور ہمیں ان سے مستفید ہونے اور انہی حضرات اکابر کے طفیل فلاح دارین عطا فرمائے۔

ۛ دامان نگہ نگ و گل حُسن تو بسیار

گل چین بہار تو ز دامان گل دارد

ۛ عبارتِ اتنا شتی و حسنک واحد

و کل الی ذاک الجمال یشیر

اور کتابچہ کے مؤلف حضرت بدخشانی صاحب حفظہ اللہ، مترجم پشتو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور بندہ راقم کیلئے زادِ راہ و توشہ آخرت بنادے، اور اسے حسن قبول عطا فرمائے۔

میتوانی کہ دہی اشک مرا حُسن قبول

اے کہ دُر ساختہ ای قطرہ بارانی را

آخر میں قارئین کرام سے عاجزانہ عرض و التماس ہے کہ اس کتابچہ کی اپنے تئیں تصحیح کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے، لیکن پھر بھی ہو سکتا ہے دورانِ مطالعہ کسی قسم کی لفظی، معنوی یا فنی و تعبیری غلطی سامنے آئے کیونکہ:

وان تجد عیبا فسد الخلا

فجلّ من لا عیب فیہ و علا

تو علمی امانت کے طور پر بندہ کو مطلع فرمادیں تاکہ اس کی تصحیح کی جاسکے۔ واجرکم علی اللہ
و جزاکم اللہ خیرا و هو یحبّ المحسنین۔

من نوشتہ آنچہ دیدم در کتاب

عاقبت واللہ اعلم بالصواب

فقط

محمد عمران ولی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

۳۰ صفر الخیر ۱۴۳۰ھ / ۲۶ فروری ۲۰۰۹ء

شب جمعہ سوا گیارہ بجے

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين
وعلى آله واصحابه اجمعين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين.

اما بعد!

کافی عرصہ سے یہ خیال تھا کہ ”اصول حدیث“ کے موضوع پر پشتو زبان میں ایک مختصر سا رسالہ ترتیب دیا جائے اور فن کے اہم مباحث اس میں جمع کر دیئے جائیں تاکہ پشتو زبان بولنے والے بھائی اس سے استفادہ کر سکیں، اور انہیں اس فن سے واقفیت حاصل ہو، یہ فن بہت اہم ہے، اس سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے، اس لئے کہ صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کی پہچان اس وقت ہوتی ہے جب اس کا طریقہ معلوم ہو اور یہ طریقہ ”اصول حدیث“ میں بتایا جاتا ہے، اس لئے جب یہ طریقہ کسی کو معلوم نہ ہو تو وہ صحیح اور ضعیف میں فرق نہیں کر سکتا اور صحیح کے بجائے ضعیف حدیث سے دلیل و بنیاد بنانے کی غلطی کر سکتا ہے۔

چنانچہ مولانا محمد انور بدخشان صاحب مدظلہ (استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ) کا اس موضوع پر ”السعی الحثیث فی مصطلح الحدیث“ نامی رسالہ نظر سے گزرا، اور اختصار اور جامعیت کی وجہ سے دل کو بہت زیادہ بھلا لگا، خیال کیا کہ سر دست اسی رسالے کا ترجمہ کر لیا جائے، اس طرح یہ حاجت اگر خدا کو منظور ہو تو پوری ہو جائے گی، اصل رسالہ فارسی زبان میں تھا جسے میں نے پشتو زبان میں منتقل کیا۔

میں نے کوشش کی ہے کہ اس کی زبان آسان ہو اور ہر کوئی اس کو سمجھ لے اور اس سے فائدہ اٹھا سکے، گو کہ فن کے اصطلاحی الفاظ کا مطلب واضح کرنے کی خاطر اصطلاحی الفاظ کے ترجمہ میں دشواری کا احساس بھی ہوا۔

لہذا مفہوم و معنی یا تعبیر و ترجمہ میں اگر قاری کو کسی قسم کی غلطی یا قابل اصلاح بات نظر آئے تو وہ اپنی یادداشت کے لئے تصحیح فرماتے ہوئے بندہ کو بھی مطلع فرمادے تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کی جاسکے، آخر میں اس رسالے سے مستفید ہونے والے احباب سے درخواست ہے کہ وہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولیں، اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مسلمانوں کے لئے فائدہ مند اور میرے لئے زاد آخرت بنادے، **إِنَّهُ عَلَى مَا يَشَاءُ قَدِيرٌ وَبِالْإِجَابَةِ جَدِيرٌ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ وَعَلَىٰ مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ. آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ.**

ابو یوسف محمد ولی درویش غفرلہ

الاستاذ

بجامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

۳ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۸ نومبر ۱۹۹۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمہید

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ الْمَجْدُ وَالْعِلَاءُ فِي الْقَدِيمِ وَالْحَدِيثُ ، وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الَّذِي عَلَّمَنَا الْقُرْآنَ وَالْحَدِيثَ ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ ،
وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَعُلَمَاءِ الْحَدِيثِ .

امّا بعد!

یہ بات ہر کسی کو معلوم ہے کہ جس طرح پیغمبر علیہ السلام پر ایمان لانا، اللہ پر ایمان لانے کے بعد ہے، جیسا کہ کلمہ طیبہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ اس بات پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح قرآن کریم کا علم اور اس کو سمجھنا حدیث کے علم اور اس کے سمجھنے سے پہلے فرض ہے، یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم دونوں سے دور اور بے خبر ہیں، ایک تو غفلت کی وجہ سے ہمارے مولوی صاحبان کا اس بارے میں ان دونوں سے اچھی طرح باخبر نہ ہونا، اور دوسرا ان دونوں علوم کے لئے جو بنیادی باتیں ہیں ان سے بے خبری، اور پھر حدیث کی اصطلاحات سے بے خبری تو بالکل عام ہے، اسی وجہ سے میں نے چاہا کہ کچھ بنیادی اصطلاحات اس کتاب میں ذکر کروں تاکہ حدیث شریف کے طلباء کے لئے ان اصطلاحات کا جاننا اور یاد کرنا آسان ہو جائے اور میرے لئے زادِ آخرت بن جائے۔

إِنْ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ .

محمد انور البدخشانی

۵ جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ

تقدیم

جب سے اسلامی علوم کے جمع و تدوین کا سلسلہ شروع ہوا ہے، اصول حدیث کا فن بھی اس سلسلہ میں شامل تھا لیکن الگ ایک مستقل علم نہ تھا، جب چوتھی صدی میں اسلامی علوم کمال کے درجے تک پہنچے اور ہر علم کیلئے اصطلاحات مقرر ہونے لگیں تو قاضی ابو محمد الحسن بن عبد الرحمن بن خلّاد درامہری رحمہ اللہ المتوفی ۳۶۰ھ نے اصول حدیث پر ایک کتاب جس کا نام ”المحدث الفاصل بین الراوی والواعی“ ہے لکھی، اور یہ اس فن میں پہلی کتاب تھی جو مستقل اس موضوع پر لکھی گئی لیکن ترتیب کے اعتبار سے مکمل نہ تھی، ان کے بعد ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ المتوفی ۴۰۵ھ نے ”معرفۃ علوم الحدیث“ کے نام سے کتاب لکھی، لیکن یہ کتاب بھی خلط ملط ہونے کی وجہ سے صاف اور مفید نہ تھی، اور نہ ہی اس فن کے متعلق تمام ابحاث لئے تھے، ان کے بعد ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی رحمہ اللہ المتوفی ۴۳۰ھ نے حاکم کی کتاب پر ایک کتاب ”مستخرج“ لکھی مگر انہوں نے بھی تمام ابحاث کو نہیں لیا اور آنے والوں کے لئے بہت ساری ابحاث چھوڑ دیں۔

اور جب خطیب بغدادی ابو بکر احمد بن علی المتوفی ۴۶۳ھ کا دور آیا تو انہوں نے ”اصول حدیث“ کے قانون پر ایک کتاب ”الکفایۃ“ کے نام سے لکھی، اور دوسری کتاب روایت کے آداب کے بارہ میں ”الجامع فی آداب الشیخ والسماع“ لکھی، اسی طرح کئی کتابیں علم حدیث سے متعلق مختلف فنون پر لکھیں یہاں تک کہ خطیب کے بعد آنیوالے لوگ اس بارہ میں خطیب ہی کے خوشہ چیں کہلائے۔

جیسا کہ حافظ ابو بکر بن نقطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”کل من أنصف علم أن المحدثین بعد الخطیب عیال علی کتبہ“، یعنی اگر کوئی انصاف کے ساتھ دیکھے تو اس کو خطیب

کے بعد محدثین، خطیب کی کتابوں کے محتاج نظر آئیں گے۔

ان کے بعد قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ المتوفی ۵۴۴ھ نے اصول حدیث کے فن پر ”الالماع الی معرفة اصول الروایة و تقييد السماع“ کے نام سے کتاب لکھی، ان کے بعد ابو حفص میانجی رحمہ اللہ المتوفی ۵۸۰ھ میدان میں آئے اور ”ملا یسع المحدث جہلہ“ کے نام سے اس فن پر کتاب لکھی، ان کے بعد حافظ ابو عمر عثمان بن صلاح الشہر زوری رحمہ اللہ المتوفی ۶۴۳ھ جو دمشق کے مدرسہ اشرفیہ جو کہ دار الحدیث کے نام سے مشہور تھا میں درس دیا کرتے تھے، نے ”علوم حدیث“ کے نام سے کتاب لکھی جو کہ ”مقدمة ابن الصلاح“ کے نام سے مشہور ہے، حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے علم حدیث کے فنون سے متعلق تمام ابحاث بہت صاف صاف مرتب کیں، اور بکھری ہوئی منتشر ابحاث خطیب بغدادی رحمہ اللہ وغیرہ کی کتابوں سے یکجا کیں، اس وجہ سے تمام محدثین ابن صلاح کی کتاب کی طرف متوجہ ہوئے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو مختصر کیا اور اس کا نام ”تقریب“ رکھا، بلقینی نے بھی اس کتاب کو مختصر کیا اس کا نام ”محاسن الاصطلاح“ رکھا، بعض محدثین نے اس کتاب کو ”نظم“ یعنی اشعار میں ذکر کیا، جیسا کہ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے ”الفیہ“ نامی کتاب میں اس کتاب کو اشعار میں ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے اس پر مستدرک لکھا، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس کتاب کو مختصر کیا اور اس کا نام ”نخبة الفكر“ رکھا اور پھر اس پر ”نزهة النظر“ کے نام سے شرح لکھی، اور محمد بن احمد بن حجر (مصنف کا بیٹا) اور عبد الرؤف مناوی اور محمد صادق سندھی رحمہم اللہ نے بھی شرح نخبة پر شروحات لکھیں، درس نظامی میں بھی یہ کتاب شامل ہے اور بعض مدارس میں ”تقریب نووی“ بھی اس کے ساتھ شامل درس ہے۔

(فصل ”من اطیب المنع فی علم المصطلح“ از ص ۹ تا ص ۱۰)

۱۔ یہ شرح محمد صادق سندھی کے صاحبزادے مخدوم ابوالحسن الصغیر سندھی کی ہے اور ”بہجة النظر“ کے نام سے حیدرآباد سندھ میں ”شاہ ولی اللہ اکیڈمی“ کی جانب سے شائع ہوئی ہے ۱۲ ابو یوسف غفرلہ

سوال: اصول حدیث میں مشہور کتابیں کون کونسی ہیں؟

جواب: اصول حدیث میں مشہور کتابیں یہ ہیں۔

۱..... ”المحدث الفاصل بین الراوی والواعی“ جو قاضی ابو محمد الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد رامہری رحمہ اللہ المتوفی ۳۶۰ھ نے لکھی ہے۔

۲..... ”معرفة علوم الحديث“ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے لکھی ہے۔

۳..... ”المستخرج علی معرفة علوم الحديث“

ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ المتوفی ۴۳۰ھ نے لکھی ہے۔

۴..... ”الكفاية فی علوم الرواية“ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی رحمہ اللہ المتوفی ۴۶۳ھ نے لکھی ہے۔

۵..... ”الجامع لأخلاق الراوی واداب السامع“ یہ بھی خطیب بغدادی کی لکھی ہوئی ہے۔

اس کتاب میں حدیث کی روایت کرنے کے آداب ذکر ہیں جیسا کہ اس کے نام سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر بے مثال کتاب ہے، خطیب بغدادی رحمہ اللہ علوم حدیث کے ہر فن پر مستقل کتاب لکھ چکے ہیں، اسی وجہ سے تو حافظ ابو بکر بن نقطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کل من أنصف علم أن المحدثین بعد الخطیب عیال علی کتبہ“

۶..... ”الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع“

قاضی عیاض بن موسیٰ تھمسی رحمہ اللہ المتوفی ۵۴۴ھ نے لکھی ہے۔

۷..... ”ما لا یسع المحدث جهله“ ابو حفص عمر بن عبد المجید البیانجی رحمہ اللہ

المتوفی ۵۸۱ھ نے لکھی ہے۔

۸..... ”علوم الحدیث“ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن الشہر زوری المتوفی رحمہ اللہ

۶۳۳ھ المعروف بہ ”ابن الصلاح“ نے لکھی ہے، یہ کتاب ”مقدمة ابن صلاح“ کے نام سے مشہور اور اصول حدیث کی کتابوں میں بہترین کتاب ہے۔

۹..... ”التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير“ محی الدین یحییٰ

بن شرف الدین النووی رحمہ اللہ المتوفی ۶۷۱ھ نے لکھی ہے، یہ کتاب اصل میں ابن الصلاح کی کتاب ”علوم الحدیث“ کا اختصار ہے لیکن اس کے بعض مقامات بہت مشکل ہیں۔

۱۰..... ”تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى“ جلال الدین

بن عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی رحمہ اللہ المتوفی ۹۱۱ھ نے لکھی ہے۔ یہ تقریب نووی کی شرح ہے جس نے اصول حدیث کے اکثر ابحاث کو لیا ہے۔

۱۱..... ”نظم الدرر فى علم الأثر“ زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی

المتوفی ۸۰۶ھ نے لکھی ہے۔ یہ کتاب ”الفیة عراقی“ کے نام سے مشہور ہے اور ابن صلاح کی کتاب ”علوم الحدیث“ کو منظوم بنایا ہے۔

۱۲..... ”فتح المغيث فى شرح الفیة الحدیث“ محمد بن عبد الرحمن

السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ نے لکھی ہے، یہ عراقی کی ”الفیة“ کی شرح ہے اور تمام شروحات میں بہت مکمل شرح ہے۔

۱۳..... ”نخبة الفكر فى مصطلح علم الأثر“ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

المتوفی ۸۵۲ھ نے لکھی ہے۔ یہ کتاب باوجودیکہ بہت مختصر ہے مگر پھر بھی اصول حدیث کی

کتابوں میں بہت فائدہ مند کتاب شمار کی جاتی ہے۔

۱۴..... ”المنظومة البيقونية“ عمر بن محمد البيقوني رحمه الله المتوفى ۸۰ھ نے

لکھی ہے، یہ نظم کی کتابوں میں سب سے زیادہ مختصر ہے۔

۱۵..... ”قواعد التحديث“ محمد جمال الدين القاسمي رحمه الله المتوفى ۱۳۳۲ھ

نے لکھی ہے۔

اسی طرح اور بہت سارے علماء نے اس سلسلہ میں بہت اچھی اچھی کتابیں لکھی

ہیں لیکن اس مختصر کتاب میں ان سب کتابوں کو شمار کرنا مشکل ہے۔

”علم المصطلح“ کی تعریف

سوال: ”علم مصطلح“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: علم مصطلح ان اصول اور قواعد کے پہچاننے کو کہا جاتا ہے کہ جن کی وجہ سے حدیث

کی سند اور اس کا متن پہچان لیا جائے کہ یہ قابل قبول ہے اور یہ قابل قبول نہیں ہے۔

سوال: اس علم کا ”موضوع“ کیا ہے یعنی اس میں کن چیزوں سے بحث کی جاتی ہے؟

جواب: اس علم کا موضوع حدیث کی سند اور متن ہے کہ یہ قبول ہے اور یہ نہیں۔

سوال: اس علم کا ”مقصد“ کیا ہے؟

جواب: اس علم کی غرض اور مقصد یہ ہے کہ صحیح اور ضعیف حدیث کے درمیان فرق واضح ہو جائے،

تاکہ صحیح حدیث پر عمل ہو جائے اور ضعیف حدیث سے لوگ اپنے آپ کو بچائیں۔

سوال: ”متن“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: متن، حدیث کے ان الفاظ کو کہا جاتا ہے جو سند کے ختم ہونے کے بعد شروع

ہوتے ہیں۔

سوال: ”سند“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ راوی حضرات جو حدیث بیان کرتے ہیں۔

سوال: ”اسناد“ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: یہ بھی ان راویوں کو کہا جاتا ہے جو حدیث کی سند میں ذکر کئے جاتے ہیں اور کبھی ان راویوں کے یاد کرنے کو بھی اسناد کہتے ہیں۔

سوال: ”مسند“ (نون کے زیر کے ساتھ) کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مسند اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سند کے ساتھ حدیث ذکر کرے، خواہ اس کے معنی کو سمجھتا ہو یا نہیں۔

سوال: ”مسند“ (نون کے زیر کے ساتھ) کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مسند لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی سند ذکر کی گئی ہو، اور کسی کی طرف اس کی نسبت ہوئی ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں دو (۲) معنوں میں آتا ہے۔

اول: اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ جس میں کسی ایک صحابی کی روایتیں ہوں۔

دوئم: مرفوع متصل حدیث کو کہا جاتا ہے یعنی وہ حدیث جو سند کے ساتھ روایت کی گئی ہو۔

سوال: ”محدث“ کس کو کہا جاتا ہے؟

جواب: محدث اس کو کہا جاتا ہے جو علم حدیث کی روایت اور اس کے معنی میں غور و فکر میں مشغول ہو، اور اکثر احادیث اور اس کے راویوں سے واقف ہو۔

سوال: ”حافظ“ کس کو کہا جاتا ہے؟

جواب: بعض علماء کے نزدیک حافظ اور محدث ایک چیز ہے۔ اور بعض کے نزدیک حافظ، محدث سے بلند ہوتا ہے اور احادیث کے اکثر راویوں کو جانتا ہے۔

سوال: محدثین کے نزدیک ”حاکم“ کس کو کہا جاتا ہے؟

جواب: محدثین کی اصطلاح میں حاکم اس کو کہا جاتا ہے جس نے عام احادیث کے متون اور اس کی اسناد کا احاطہ کیا ہوا ہو یعنی اس کو یاد ہوں۔

پہلا باب

حدیث، خبر، مرفوع، اثر، موقوف اور مقطوع کے بیان میں

سوال: ”حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: حدیث لغت میں کلام اور ہر نئی چیز کو کہا جاتا ہے اور محدثین کی اصطلاح میں اس کلام، کام اور تقریر کو کہا جاتا ہے جن کی نسبت پیغمبر علیہ السلام کی طرف ہوئی ہو، اور بعض نے مجازاً صحابہ کرام اور تابعین کے کلام، ان کے کام اور تقریر کو بھی حدیث کہا ہے لیکن حدیث کا پہلا معنی زیادہ مشہور ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ ”حدیث“ کلام، کام اور تقریر کو کہا جاتا ہے، کلام اور کام تو ظاہر ہیں لیکن ”تقریر“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: تقریر اس کو کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کوئی کام ہوا ہو یا کوئی گفتگو ہوئی ہو اور پیغمبر علیہ السلام نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو اور ایسے شخص کو منع نہ فرمایا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کام جائز ہے (یعنی آپ ﷺ کی خاموشی تائید بھی آپ کی سنت اور حدیث شمار ہوتی ہے)۔

سوال: ”خبر“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: خبر لغت میں خبر دینے کو کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں یہ لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

پہلا معنی: خبر اور حدیث ایک چیز ہے یعنی دونوں کا ایک معنی ہے۔

دوسرا معنی: حدیث اس کو کہتے ہیں کہ جو پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہو اور خبر وہ ہے جو پیغمبر علیہ السلام کے علاوہ کسی اور سے ثابت ہو۔

تیسرا معنی: خبر عام ہے کہ پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہو یا کسی اور سے، اور حدیث خاص ہے پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ یعنی صرف انہی سے ثابت ہو۔

سوال: ”اثر“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اثر لغت میں بچی ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے اور محدثین کی اصطلاح میں اس میں دو قول ہیں۔

۱..... ایک یہ ہے کہ حدیث اور اثر ایک چیز ہے۔

۲..... دوسرا یہ کہ جو کام یا کلام، صحابہ کرام یا تابعین سے ثابت ہو اس کو اثر کہا جاتا ہے اور جو پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہو ان کو حدیث کہا جاتا ہے۔

سوال: ”حدیث قدسی“ کونسی حدیث کہلاتی ہے؟

جواب: ”قدسی“ لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی نسبت پاکی کی طرف کی گئی ہو،

”حدیث قدسی“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث جو خداوند قدوس کی طرف منسوب ہو۔

اور محدثین کی اصطلاح میں ”حدیث قدسی“ وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے امت کو بیان

کرتے اور پہنچاتے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہو، اور فرمایا ہو کہ ”قال اللہ تعالیٰ“

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے)۔ یا وہ روایت جو ہمیں رسول اللہ ﷺ سے پہنچی ہو اور اس میں اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوئی ہو۔

حدیث قدسی کی مثال:

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب ”صحیح مسلم“ میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں ”فیما روی عن اللہ تبارک وتعالیٰ أنه قال: یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرماً فلا تظالموا..... الحدیث“

سوال: ”حدیث مرفوع“ کون سی ہے؟

جواب: وہ کلام یا کام یا تقریر جو پیغمبر علیہ السلام تک پہنچے، اور ان سے ثابت ہو، اس کو ”حدیث مرفوع“ کہتے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ گفتگو کی ہے، یا یہ کام کیا ہے اور اسی طرح تقریر بھی، یا یہ کہا جائے کہ فلاں حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ثابت ہے، یا یہ کہا جائے ”رفعہ ابن عباس“ یا ایسے اور الفاظ مثال کے طور پر

”رأیت رسول اللہ ﷺ یفعل کذا، او سمعت منه کذا، او فعل عنده کذا“۔

سوال: ”حدیث موقوف“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر وہ حدیث جو صحابی تک پہنچے یا صرف صحابہ کرام سے روایت کی گئی ہو، اس کو حدیث موقوف کہتے ہیں، جیسے ”ابن عباس نے یہ بات کی ہے“ اور اسی طرح تقریر بھی، یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث ابن عباسؓ سے موقوفاً ثابت ہے، یا یہ کہ ابن عباسؓ پر موقوف ہے یا اس جیسی اور مثالیں۔

سوال: ”حدیث مقطوع“ کسے کہتے ہیں؟

! صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۱۹ قدیمی

جواب: ہر وہ حدیث جو تابعین تک پہنچے اس کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔

فائدہ:-

۱..... محدثین کبھی حدیث موقوف اور مقطوع دونوں کو ”اثر“ بھی کہتے ہیں۔

۲..... اور کبھی ”اثر“ صحابہ کرام کے کلام، کام اور تقریر کو کہتے ہیں۔

۳..... اور کبھی ”اثر“ حدیث مرفوع اور صحابہ کرام کے آثار کو کہتے ہیں جیسا کہ امام

طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نام ”شرح معانی الآثار“ رکھا ہے باوجودیکہ اس میں مرفوع احادیث بھی ہیں اور صحابہ کرام کے آثار بھی، اسی طرح امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب کا نام ”تہذیب الآثار“ رکھا ہے باوجودیکہ اس میں مرفوع آثار زیادہ ہیں۔

سوال: اثر اور خبر کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: خبر مرفوع حدیث کو کہتے ہیں اور اثر صحابہ کرام کے آثار کے ساتھ خاص ہے بعض علماء اثر کو عام سمجھتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر گیا، لیکن پہلا معنی مشہور ہے کہ اثر صحابہ کرام کے اقوال، افعال اور تقریر کو کہا جاتا ہے۔

حدیث مرفوع اور اس کی قسمیں

سوال: حدیث مرفوع یا رفع حدیث کتنی قسم پر ہے؟

جواب: دو قسم پر ہے۔ (۱) رفع حقیقی (۲) رفع حکمی، پھر ہر ایک تین قسم پر ہے۔

”رفع حقیقی“ کی قسمیں:

۱..... رفع حقیقی، قولی حدیث میں یہ ہے کہ راوی کہے کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا کہ انہوں

نے اس طرح فرمایا، یا (راوی) یہ کہے کہ انہوں نے اس طرح حدیث بیان فرمائی، یا کہے

”قال رسول اللہ ﷺ“ یا ”عن رسول اللہ ﷺ“۔

۲..... رفع حقیقی، فعلی حدیث میں یہ ہے کہ راوی کہے ”رأیت رسول اللہ ﷺ

فعل کذا“، یا اس طرح کہے ”کان رسول اللہ ﷺ یفعل کذا“۔

۳..... رفع حقیقی، تقریری حدیث میں یہ ہے کہ راوی کہے ”میں نے فلاں کام

پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کیا تو انہوں نے مجھے منع نہیں کیا“۔

”رفع حکمی“ کی قسمیں:

۱..... رفع حکمی، قولی حدیث میں اس طرح ہے کہ صحابی کوئی کام ایسا کرے کہ اس

میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔

۲..... رفع حکمی، فعلی حدیث میں اس طرح ہے کہ اس میں اجتہاد نہ ہو سکتا ہو، یعنی

اس کام کی پہچان پیغمبر علیہ السلام سے سنے بغیر یا پیغمبر علیہ السلام کو دیکھے بغیر نہ ہو سکتی ہو، یا راوی کہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ اس طرح کا کام کیا کرتے تھے، اس لئے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کو ان کاموں کا پتہ ہوگا۔

۳..... رفع حکمی، تقریری یہ ہے کہ صحابی کہے کہ سنت اس طرح ہے، یا کہے کہ ہمیں

اس کام کا حکم ہوا ہے، یا ایک صحابی ایک کام کے کرنے کو گناہ یا طاعت کہے، جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جس نے شکی (شک کا) روزہ رکھا تو یقیناً اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی“ اور یہ اس لئے کہ پیغمبر علیہ السلام سے سنے بغیر ایک کام کو گناہ یا عبادت

کہنا جائز نہیں ہے۔

دوسرا باب

اتصال، انقطاع، ارسال اور تالیس کے بیان میں

سوال: ”حدیث متصل“ کونسی ہے؟

جواب: اگر سند کے راوی مسلسل ذکر ہوں اور ایک راوی بھی بیچ میں چھوڑا نہ گیا ہو تو اس قسم کی حدیث کو ”متصل“ کہتے ہیں اور راوی کے نہ کرنے کو ”اتصال“ کہتے ہیں۔

سوال: ”حدیث منقطع“ کونسی ہے؟

جواب: جس حدیث کی سند سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی گر گئے ہوں اور ذکر نہ ہوئے ہوں اس کو ”حدیث منقطع“ کہتے ہیں۔ اور اس (راوی کے) کرنے کو ”انقطاع“ کہتے ہیں۔

سوال: ”حدیث معلق“ کونسی ہے؟

جواب: اگر راوی سند کے شروع میں گر گیا ہو، ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہو، تو ایسی حدیث کو ”معلق“ کہتے ہیں اور اس کرنے کو ”تعلیق“ کہتے ہیں۔

سوال: اگر سند کے تمام راوی حذف ہوئے ہوں یعنی ذکر نہ ہوئے ہوں اور کوئی ”قال رسول ﷺ“ کہے تو اس قسم کی حدیث کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایسی حدیث کو بھی معلق کہتے ہیں، ایسی احادیث صحیح بخاری کے تراجم (ترجمہ الباب) میں بہت ہیں جیسا کہ بخاری کی تعلیقات مشہور ہیں۔

سوال: معلق حدیث کا کیا حکم ہے، یعنی قبول ہے یا نہیں؟

جواب: معلق کے حکم میں تفصیل ہے، اگر حدیث معلق ایسی کتاب میں ہو کہ جس کے

مصنف نے صحت کا خیال اچھی طرح رکھا ہو جیسا کہ صحیح بخاری، تو پھر دیکھا جائیگا کہ جزم اور

معلوم کے صیغہ کے ساتھ ذکر کرتا ہے جیسے ”قال فلان“ یا ”ذکر فلان“ تو اس طرح کی حدیث معلق بالکل قبول ہے اس لئے کہ جزم کے صیغہ کے ساتھ ذکر کرنا اس حدیث کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

اور یا راوی اس کو تملیض اور مجہول کے صیغہ کے ساتھ ذکر کرے گا جیسے ”قیل“ ”یقال“ یا ”ذکر“ اس قسم کی معلق حدیث میں علماء کا کلام ہے، لیکن اگر کہیں وہ ایسی کتاب میں ہو کہ جس کے مصنف نے صحت کا خیال رکھا ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے، اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے ”تعلیقات البخاری صحیحہ أو مفصلة“ یعنی بخاری کی تعلیقات صحیح ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ ان میں تفصیل ہے، لیکن بخاری کی تعلیقات کے علاوہ کسی اور کی تعلیقات جب تک ثابت نہ ہوں، ان کو صحیح نہیں کہا جاسکتا۔

تنبیہ: یہ مذکورہ تفصیل اس جگہ ہے کہ تعلیق کی نسبت اپنے شیخ (استاذ) کی طرف نہ کی ہو، اور اگر اپنے شیخ کی طرف نسبت کی ہو اور اس استاذ سے سماع (سنا) بھی ثابت ہو اور ”قال“ یا اس جیسے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہو تو ایسی حدیث کو حدیث معنعن کہتے ہیں، اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

سوال: ”حدیث مرسل“ کونسی حدیث ہے؟

جواب: حدیث مرسل وہ حدیث ہے کہ جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی گر گیا ہو۔ راوی صحابی ہو یا تابعی ہو، اس گرنے کو ارسال کہتے ہیں۔ جیسے تابعی کہے ”قال رسول اللہ ﷺ کذا“، اگرچہ بعض محدثین مرسل اور منقطع کو ایک سمجھتے ہیں لیکن فقہاء اور محدثین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے، ہاں! مرسل کو لغت کے اعتبار سے منقطع کہا جاسکتا ہے۔

سوال: ”مرسل“ کا حکم کیا ہے؟

جواب: مرسل کے حکم میں چار اقوال ہیں:

۱..... جمہور محدثین کے نزدیک اس میں توقف کرنا چاہیے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ساقط راوی تابعی ہو اور ایک تابعی دوسرے تابعی سے روایت کر رہا ہو، کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک سند میں پانچ چھ تک تابعین ہوتے ہیں اور تابعین میں ضعیف، غیر ضعیف، عادل اور غیر عادل دونوں ہوتے ہیں، اس وجہ سے مرسل کے حکم میں توقف کرنا چاہیے۔

۲..... امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مرسل مطلقاً قبول ہے اور ان دونوں اماموں کی دلیل یہ ہے کہ مرسل (ارسال کرنے والا) بہت اعتماد اور وثوق کی وجہ سے ارسال کرتا ہے اور اختلاف ثقہ کے ارسال میں ہے، اگر مرسل (ارسال کرنے والے) کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو اس نے کبھی بھی ”قال رسول اللہ ﷺ“ نہ کہا ہوتا۔

۳..... امام شافعیؒ کے نزدیک وہ مرسل قبول ہے جس کی تائید دوسرے طریق سے ہوتی ہو اگرچہ وہ مؤید (تائید کرنے والی حدیث) خود بھی مرسل ہو۔

۴..... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مرسل کے بارے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ مقبول ہے، دوسرا یہ کہ اس میں توقف کرنا چاہیے، یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ راوی ثقہ راوی سے ارسال کرتا ہو، اور اگر ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرتا ہو تو پھر اس میں بالاتفاق توقف ہے۔

سوال: ”مُعْضَل“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر سند کے بیچ سے دور راوی ایک ساتھ پے درپے ساقط ہو جائیں تو اس حدیث کو ”مُعْضَل“ کہتے ہیں، اور اس سقوط کو اعضاء کہتے ہیں۔

سوال: اگر سند کے بیچ سے ایک یا تین راوی ساقط ہو جائیں تو اس کو کیا کہتے ہیں؟
جواب: اس کو منقطع کہتے ہیں اور یہ انقطاع خاص معنی کے ساتھ ہے اور غیر متصل کی ایک قسم ہے اور منقطع جو عام معنی کے ساتھ ہوتا ہے وہ مقسم (وہ جو اقسام رکھتا ہے) ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

سوال: ”انقطاع کی علامت“ کیا ہے؟

جواب: انقطاع کی علامت اکثر تین چیزیں ہوتی ہیں۔

۱..... راوی جس سے روایت کر رہا ہے اس کے ساتھ ملاقات اور رؤیت (دیکھنا)

ثابت نہ ہو۔

۲..... دونوں کا زمانہ ایک نہ ہو۔

۳..... جس سے روایت کر رہا ہے اس کی طرف سے اس کو اجازت نہ ہو۔

ان تینوں علامات کا تاریخ سے پتہ چلتا ہے، اس لئے کہ راویوں کی ولادت و وفات اور علمی اسفار سے بحث تاریخ کا موضوع ہے (جسے اصطلاح میں رجال کا علم کہا جاتا ہے) اس انقطاع کو تو ہر عالم جانتا ہے، لیکن ایک دوسرا انقطاع ہے کہ وہ بہت مخفی ہوتا ہے اور محدثین اس کو تدلیس کہتے ہیں۔

سوال: ”تدلیس“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: تدلیس لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ بیچنے والا کسی چیز کو بیچتے وقت اس چیز میں پائے جانے والے عیب کو چھپا دے اور خریدنے والے کے سامنے ظاہر نہ کرے، اسی طرح سخت اندھیرے کے معنی میں بھی آتا ہے، اندھیرے کی وجہ سے انسان پر اشیاء مشتبہ ہو جاتی ہیں، اور محدثین کی اصطلاح میں تدلیس اس کو کہتے ہیں کہ راوی اپنے استاذ کو

چھوڑ دے، اس کا نام نہ لے اور اس سے اوپر والے راوی کا نام لے، اور ایسے الفاظ ذکر کرے کہ جن میں اس ذکر کئے ہوئے راوی سے سننے اور نہ سننے دونوں کا احتمال ہو، جیسے کہ ”عن فلان“ یا ”قال فلان“ یہ الفاظ ان کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں کہ راوی کی جن کے ساتھ ملاقات ہوئی ہو یا اس زمانے کا ہو، اسی طرح اس شیخ (استاذ) کے بارے میں استعمال ہوتا ہے کہ جس راوی کا سماع (حدیث کا سننا) جس سے ثابت ہو لیکن یہ حدیث اس سے نہ سنی ہو۔

سوال: حدیث مدلس کس طرح پہچانی جاتی ہے؟

جواب: اس کا تعلق فن کے ماہرین کے ساتھ ہے (یہ ہر کسی کا کام نہیں ہے)۔

سوال: ”تدلیس کا حکم“ کیا ہے؟

جواب: عام علماء کے نزدیک یہ بہت بُرا کام ہے ہاں! اگر ثقہ سے روایت کر رہا ہو تو قبول ہے۔

سوال: ”تدلیس“ کیوں ہوتی ہے؟

جواب: اگر روای ثقہ ہو، تو تدلیس کا سبب اس حدیث کا صحیح ہونا یا اس کا مشہور ہونا ہوتا ہے اور غیر ثقہ کی تدلیس اس استاذ سے (اپنے) سماع کا چھپانا ہوتا ہے بہت بڑھاپے کی وجہ سے، اور کبھی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ شیخ حدیث کے فن میں مشہور نہیں ہوتا، اور کبھی شیخ مستور الحال ہوتا ہے، اور مستور الحال ہونا اعتراض کا سبب ہے۔

سوال: ”مُعْتَن“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مُعْتَن اس حدیث کو کہتے ہیں جو لفظ ”عن فلان عن فلان“ کے ساتھ روایت ہوئی ہو۔

سوال: معنعن حدیث کو متصل کہا جائیگا یا غیر متصل؟

جواب: اگر معنعن حدیث کا راوی مدلس ہو، تو حدیث منقطع کے حکم میں ہے، اور اگر راوی مدلس نہ ہو تو بعض محققین کے نزدیک، امام علی بن المدینی رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کے درمیان، اور عام محدثین کے نزدیک امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے درمیان اس طرح کی حدیث کے حکم میں اختلاف ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ راوی جس سے عنعنہ سے روایت کر رہا ہے تو اگر اس استاذ کے زمانے کا ہے تو یہ حدیث متصل کے حکم میں ہے اگرچہ اس استاذ کے ساتھ ملاقات ثابت نہ ہو۔

اور امام ابن المدینی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف ایک زمانے کا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ملاقات کا ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔

یہ بات جانی چاہیے کہ معنعن حدیث کا مرتبہ اس حدیث سے کم ہے جو کہ سماع اور تحدیث (حدثا) کے ساتھ روایت ہوئی ہو، اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جہاں معنعن حدیث ذکر کی ہے اس کے متصل ہی ایسی حدیث ذکر کی ہے جو کہ سماع اور تحدیث کے ساتھ روایت ہوئی ہو اور عنعنہ کی وجہ سے پیش آنے والی کمی کا تذکرہ کیا ہے۔



تیسرا باب

حدیث مسند، شاذ، محفوظ اور منکر کے بیان میں

سوال: ”حدیث مسند“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: محدثین کے نزدیک مشہور اصطلاح یہ ہے کہ ہر مرفوع متصل حدیث کو مسند کہتے ہیں، بعض محدثین مطلقاً متصل کو مسند کہتے ہیں خواہ مرفوع ہو یا موقوف ہو یا منقطع ہو، اور بعض مطلقاً مرفوع کو مسند کہتے ہیں خواہ متصل ہو یا منقطع، لیکن معتبر وہی مشہور اصطلاح ہے۔

سوال: ”شاذ حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: شاذ لغت میں اس آدمی کو کہتے ہیں جو جماعت سے نکل جائے، اور محدثین کی اصطلاح میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کو ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ (أوثق) راوی کے خلاف روایت کرے۔

سوال: ”شاذ حدیث“ کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر شاذ حدیث کا راوی ثقہ نہ ہو، تو وہ حدیث مردود اور ناقابل قبول ہے، اور اگر اس کا راوی ثقہ ہو، تو راوی کا زیادہ حفظ والا (یعنی أحفظ) ہونا، اور راویوں کے زیادہ ہونے اور اس طرح اور وجوہات کی وجہ سے یہ حدیث معتبر ہوتی ہے، خلاصہ یہ کہ شاذ حدیث کا راوی احادیث کے یاد کرنے اور ضبط کرنے میں دیگر ثقہ راویوں سے زیادہ ثقہ ہو اور قوی ہو، یا شاذ حدیث کے راوی کئی ہوں، تو ایسی حدیث کو محفوظ کہتے ہیں اور یہ حدیث قابل عمل ہوتی ہے، یعنی اگر ضعیف ثقہ سے اختلاف کر لے اور ثقہ، أوثق سے، تو اس کو شاذ کہتے ہیں۔

سوال: ”حدیث محفوظ“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جیسا کہ پہلے گزر گیا کہ ثقہ، اوثق کی مخالفت کر لے تو ثقہ کی روایت کو شاذ اور اوثق کی روایت کو محفوظ کہتے ہیں۔

سوال: ”منکر حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: منکر حدیث لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ جس کا انکار (یعنی اسپرد) ہوا ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس میں زیادہ ضعیف (اضعف) راوی (کم) ضعیف راوی سے مخالفت کرے، منکر حدیث کے مقابلہ میں معروف حدیث ہے، اور معروف حدیث اس حدیث کو کہتے ہیں کہ (کم) ضعیف زیادہ ضعیف (اضعف) راوی کی مخالفت کرے، یا ثقہ راوی ضعیف راوی سے اختلاف کرے ”معروف حدیث“ راجح اور معتبر ہے، اور ”منکر حدیث“ مرجوح اور غیر معتبر ہے، معروف حدیث کا راوی قوی ہوتا ہے اور محفوظ حدیث کے راوی سے اقویٰ (زیادہ قوی) ہوتا ہے۔

سوال: ”متابع“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس حدیث کا راوی معتبر ہو اور اس جیسی روایت ایک دوسرے معتبر راوی نے بھی کی ہو تو دوسری روایت کو ”متابع“ (باء کے فتح کے ساتھ) اور پہلی کو متابع (باء کے کسر کے ساتھ) کہتے ہیں، یہ بات جاننا ضروری ہے کہ متابع کا متابع کے ساتھ قوت میں برابر ہونا اور ایک جیسا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر متابع مرتبہ اور قوت میں برابر نہ ہو پھر بھی تقویت کا سبب بنتا ہے۔ محدثین جب کہیں ”تابعہ فلان“، ”ولہ متابع“ تو ان کا مقصد بھی یہی تقویت ہوتی ہے۔

سوال: متابعت کتنی قسم پر ہے؟

جواب: متابعت دو/۲ قسم پر ہے۔ (۱) ایک راوی میں (۲) دوسرا اس سے اوپر والے شیخ

(استاذ) میں ہے، پہلی قسم دوسری قسم، کی نسبت زیادہ مکمل اور بہتر ہے، اس لئے کہ کمزوری اور ضعف اکثر سند کے شروع میں ہوتی ہے، اور وہ متابعت کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

سوال: بعض جگہوں میں متابع ”مشلہ“ کے لفظ کیساتھ ذکر ہوتا ہے اور بعض جگہوں میں ”نحوہ“ کے لفظ کے ساتھ، تو دونوں کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں؟

جواب: اگر متابع، متابع کے ساتھ لفظ اور معنی دونوں میں ایک جیسا ہو تو محدثین کے عرف اور اصطلاح میں اس کے لئے لفظ ”مشلہ“ استعمال ہوتا ہے، اور اگر صرف معنی میں اس کے ساتھ ایک جیسا ہو تو پھر اس کو ”نحوہ“ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ متابع میں شرط یہ ہے کہ متابع کا راوی بھی وہی راوی ہو جس سے اصل (متابع) روایت کی گئی ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کو متابع نہیں کہا جاسکتا۔

سوال: محدثین کی اصطلاح میں ”شاہد“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: شاہد لغت میں گواہ کو کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں شاہد اس حدیث کی کہتے ہیں جو اصل روایت کی طرح ہو، لیکن دوسرے صحابی سے ہو، اگرچہ لفظ اور معنی میں اسکے ساتھ ایک جیسا ہو یا صرف معنی میں اس کے ساتھ ایک جیسا ہو، دونوں ایک چیز ہیں۔ محدثین کے کلام ”لہ شواہد و شہد بہ حدیث فلان“ کا یہی مطلب ہے، بعض محدثین الفاظ میں ایک جیسا ہونے کو متابع کہتے ہیں اور معنی میں ایک جیسا ہونے کو شاہد کہتے ہیں، ایک صحابی سے ہو یا دوسرے ہو، اور کبھی ایک (مثلاً متابع) کو دوسرے (شاہد) کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

سوال: ”اقتبار“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اقتبار، عبور سے ہے۔ لغت میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پار ہونے

کو کہتے ہیں، اور محدثین کی اصطلاح میں متابع اور شاہد کے معلوم کرنے کے واسطے احادیث کے تمام طرق اور اسناد کے پرکھنے کو کہتے ہیں۔

سوال: ”معلل“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: معلل لغت میں علت والے اور بیمار کو کہتے ہیں، اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کی سند میں کوئی علت اور کمزوری ہو۔

سوال: ”علت“ کے محدثین کی اصطلاح میں کیا معنی ہیں؟

جواب: علت محدثین کی اصطلاح میں وہ چھپی ہوئی اور مشکل چیز ہے کہ جو حدیث کی صحت میں رکاوٹ بنے اگرچہ ظاہر میں اس حدیث کی سند صحیح اور پوری ہو، لیکن اس قسم کی علتیں وہ لوگ پہچان سکتے ہیں جو حدیث اور سند کے بارے میں پوری مہارت اور تجربہ رکھتے ہوں، اس طرح کی علت کی مثال جیسے مرسل حدیث کو موصول ذکر کریں اور موقوف کو مرفوع ذکر کریں، اسی طرح اور بھی علتیں ہیں کہ وہ حدیث کے فن کے ماہر آدمی کے سوا کوئی اور نہیں پہچان سکتا۔ کبھی علت سے جھوٹ، غفلت، بیکار، خراب حافظہ اور اس جیسی اور چیزیں بھی مراد لیتے ہیں۔

چوتھا باب

راوی پر اعتراض کے بیان میں

سوال: ”طعن“ (اعتراض) کی وجوہات کتنی ہیں؟

جواب: دو ہیں۔ (۱) ایک راوی کی عدالت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے (۲) دوسری راوی کے ضبط (یاد کرنے) کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

سوال: ”راوی کی عدالت“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: عدالت وہ ملکہ (قوت اور استعداد) ہے جو راوی کو تقویٰ اور مروّت پر آمادہ کرے۔

سوال: یہاں ”کونسا تقویٰ“ مراد ہے؟

جواب: یہاں تقویٰ سے مراد برے کاموں جیسے شرک، فسق اور بدعت سے اپنے آپکو بچانا ہے، صغیرہ (چھوٹے) گناہ کے بارہ میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ صغیرہ سے بچنا بھی شرط اور ضروری ہے۔

سوال: ”مروّت“ کا کیا معنی ہے؟

جواب: جو کام مردانگی (کمال رجلیّت) کے خلاف ہو، اس سے اپنے آپ کو بچانا مروّت کہلاتا ہے۔ جیسے بعض مباح کام ہو گئے مثلاً بازار میں کھانا پینا ہو گیا، یا عام راستہ میں پیشاب کرنے کے لئے بیٹھنا ہو گیا، یا ایسے اور کام کہ جن کی وجہ سے آدمی ہلکا اور مخفیف نظر آئے، یہ سب مروّت کے خلاف ہیں۔

سوال: ”راوی کے ضبط“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ضبط کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے جو احادیث سنی ہوں ان کو یاد رکھنے کا ایسا اہتمام کرنا کہ وہ ہر وقت اسے یاد ہوں، یہاں تک کہ وہ جب چاہے، ان احادیث کو پورا پورا بیان کر سکے۔

سوال: ”ضبط“ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: ضبط دو قسم پر ہے، ایک ضبط صدر ہے جو دل میں یاد رکھنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اور دوسرا ضبط کتاب ہے، یعنی کتاب کے محفوظ رکھنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یہاں تک کہ اس کو ادا (دوسرے تک پہنچانا) نہ کیا ہو۔

سوال: ”عدالت کے منافی امور“ کتنے ہیں؟

جواب: پانچ ہیں۔ اول یہ کہ راوی جھوٹا ہو، دوم یہ کہ جھوٹ کی تہمت اس پر لگی ہو۔ سوم یہ کہ راوی فاسق ہو، چہارم یہ کہ راوی مجہول ہو، پنجم یہ کہ راوی بدعتی ہو۔

سوال: ”ضبط کے منافی باتیں“ کیا کیا ہیں؟

جواب: یہ بھی پانچ ہیں۔ پہلا یہ کہ راوی مکمل غافل اور بے پرواہ ہو۔ دوسرا یہ کہ اس سے بہت غلطیاں ہوتی ہوں، تیسرا یہ کہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو، چوتھا یہ کہ اس کو وہم ہو جائے اور ایک روایت دوسری روایت کے ساتھ یا ایک سند دوسری سند کے ساتھ خلط ملط کر دے اور پانچواں یہ کہ سنی الحفظ ہو، یعنی اس کا حافظہ کمزور اور خراب ہو۔

سوال: ”راوی کے جھوٹے ہونے“ کا کیا مطلب ہے، یعنی صرف احادیث میں جھوٹا ہو یا ہر چیز میں؟

جواب: راوی کا جھوٹا ہونا یہ ہے کہ احادیث میں جھوٹ بولتا ہو، یعنی ایسی باتیں روایت کرتا ہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے نہ کی ہوں، جھوٹے راوی کی روایت کو موضوع کہتے ہیں۔

سوال: ”جھوٹے راوی کا حکم“ کیا ہے؟

جواب: جس نے قصداً (جان بوجھ کر) احادیث میں جھوٹ بولا اور ثابت ہو گیا، تو پھر ساری عمر اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اگرچہ اس نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا ہو، اور توبہ کی ہو پھر بھی اس کی حدیث قبول نہیں ہوگی، یہاں تک کہ بعض علماء نے احادیث میں جھوٹ (بولنے) کو کفر کہا ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

”من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار“ جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

سوال: ”موضوع حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس راوی پر پیغمبر علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو، ایسے راوی کی روایت کو محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث کہتے ہیں، مطلب یہ کہ ایک آدمی نے کذباً (جھوٹی) اپنی طرف سے ایک بات بنائی ہو اور پھر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی جانب منسوب کیا ہو، اس کو موضوع کہتے ہیں۔

سوال: ”موضوع حدیث کا حکم“ کیا ہے؟

جواب: موضوع حدیث کمزور احادیث کی بہت بڑی قسم شمار کی جاتی ہے، بعض علماء تو موضوع حدیث کو بالکل حدیث میں شمار ہی نہیں کرتے، بلکہ ایک الگ چیز مانتے ہیں۔

سوال: ”متروک حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: متروک لغت میں چھوڑی ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے، اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو متروک کہتے ہیں کہ جس کے راوی پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگی ہو اور یہ روایت اس جھوٹے راوی کے علاوہ کسی اور نے ذکر بھی نہ کی ہو۔ اور شریعت کے معلوم اور مسلم قواعد سے خلاف ہو، اور یہ متروک کی پہلی قسم ہے۔ اور متروک کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا راوی احادیث کے علاوہ اور چیزوں میں جھوٹ بولنے میں نمایاں ہو، احادیث میں جھوٹ بولا ہو یا نہ، متروک کی یہ قسم، پہلی قسم سے ذرا کم تر ہے لیکن متروک دونوں کو کہا جاتا ہے، محدثین کے اس کلام ”حدیثہ متروک و فلان متروک“ کا یہی مطلب ہے۔

سوال: اگر متروک الحدیث راوی توبہ کر لے تو اس کی روایت قبول کی جائیگی یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! اگر توبہ کر لے اور اس کا توبہ کرنا ثابت ہو جائے اور اس کے کلام و گفتگو اور کاموں میں سچ کی علامات ظاہر ہو جائیں تو اس کی حدیث قبول کی جائیگی، باقی رہ گیا وہ

آدمی جو عادت کے طور پر نہیں بلکہ ویسے ہی کہیں بھولے سے جھوٹ بولدے اور جھوٹ احادیث میں نہ بولا ہو، تو یہ بھی گناہ ہے، لیکن اس کی حدیث کو موضوع یا متروک نہیں کہا جاتا۔
سوال: اگر ایک راوی ایسا ہو کہ اس پر عملی فسق کا الزام لگا ہو یا یہ کہ اس سے غلطیاں اور خلط ملط زیادہ ہوتا ہو، تو ایسے راوی کی روایت کو کیا کہا جاتا ہے؟

جواب: ان دونوں قسموں کے راویوں کی روایت کو منکر کہا جاتا ہے، اور منکر کا مطلب پہلے گزر گیا وہ یہ کہ ضعیف حدیث قوی حدیث کے مخالف ہو، یہ بات جانی چاہیے کہ قوی حدیث کی مخالفت ان ذکر شدہ عیوب کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، اسی وجہ سے جس راوی میں یہ عیوب موجود ہوں تو اس کی روایت کو منکر کہا جاتا ہے۔

سوال: ”مجہول“ اور ”مبہم حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر ایک راوی میں ان باتوں میں سے جو اس کے بعد ذکر کی جاتی ہیں، ایک بات بھی موجود ہو تو ایسے راوی کی روایت کو مبہم اور مجہول کہا جاتا ہے۔

جہالت دو قسم پر ہے

۱..... اول یہ کہ راوی کی کئی صفات ہوں جیسا کہ نام، کنیت، لقب، پیشہ اور نسب، کہ ان صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ مشہور ہو اور پھر بھی کسی خاص غرض کے لئے ایسی صفت سے ذکر کیا جائے کہ جس (صفت) سے وہ مشہور نہ ہو، اس کی وجہ سے جہالت آتی ہے اس لئے کہ آدمی کا یہ گمان ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی اور راوی ہے۔

۲..... دوسرا یہ کہ اس سے روایتیں کم ہوں، یا اس کے شاگرد کم ہوں، جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں مشہور نہ ہو تو ایسے راوی کو بھی مجہول کہتے ہیں۔

۳..... تیسرا یہ کہ اختصار کی وجہ سے راوی کا نام پورا نہ لے، اور نام کی جگہ کہے

”اخبِرْنی فلان“ یا ”شیخ“ یا ”رجل“ تو ان تینوں صورتوں میں اس حدیث کو مبہم کہتے ہیں۔

سوال: ”مبہم حدیث اور مجہول راوی کی حدیث کا حکم“ کیا ہے؟

جواب: قبول نہیں ہے، اس لئے کہ قبول کرنے کی شرط عدالت ہے، جب راوی کا نام یا ذات مبہم ہو، تو اس کی عدالت کا پتہ کیسے لگے گا؟ یہاں تک کہ اگر مبہم اور مجہول تعدیل کے لفظ کے ساتھ روایت کرے اور کہے ”اخبِرْنی ثقة“ یا اس جیسے اور الفاظ، تو صحیح بات یہ ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے اس راوی کے نزدیک وہ راوی ثقہ ہو، اور دیگر حضرات کے ہاں مجروح اور مطعون ہو (ثقة نہ ہو) ہاں! اتنی بات ہے کہ یہ حدیث خود، راوی کے لئے حجت اور دلیل ہوگی، لیکن لوگوں کے لئے حجت نہ ہوگی۔

سوال: ”مجہول راوی“ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: دو قسم پر ہے، ایک وہ کہ حدیث کا راوی نہ ذکر ہوا ہو اور نہ اس کا نام لیا گیا ہو لیکن ایک دوسرے ثقہ آدمی نے اس کی توثیق کی ہو۔

دوسرا مجہول الحال، اور وہ یہ کہ دو آدمیوں نے ایک راوی سے روایت کی ہو لیکن نہ اس کا نام لیا ہو اور نہ ہی اس کی کسی نے توثیق کی ہو، پہلی قسم میں اگرچہ اس کا نام نہیں لیا گیا ہے لیکن توثیق اس کی ہوئی ہے، اس دوسری قسم کو ”مستور الحال“ کہتے ہیں۔

سوال: ”مستور الحال راوی کی روایت“ قبول ہے یا نہیں؟

جواب: مستور الحال راوی کی حدیث قبول کرنے میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔ مگر جمہور علماء کے نزدیک قبول نہیں ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مستور الحال راوی میں رد اور اعتماد دونوں احتمالات موجود ہوتے ہیں، لہذا اس میں توقف کرنا چاہئے یہاں تک کہ اس کا پتہ چل جائے۔

سوال: ”بدعتی کی روایت“ قبول ہے یا نہیں؟

جواب: جب تک بدعت کا مطلب اور اس کی قسمیں نہ پہچانی گئی ہوں اس کا جواب واضح نہیں ہوتا، اس وجہ سے پہلے بدعت کا مطلب اور اس کی قسمیں ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد جواب ذکر کریں گے۔

بدعت کا لغوی اور شرعی مطلب

بدعت لغت میں ایجاد کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں ہر اس عقیدے اور کام کو کہا جاتا ہے جس کا ثبوت شریعت سے نہ ہو، اور لوگوں نے اپنی طرف سے بنایا ہو، ثواب کے لئے یا گناہ سے بچنے کے خیال سے، بعض لوگ ہر بدعت کے جائز کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث ”ما راہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن“ سے دلیل پکڑتے ہیں، حالانکہ یہ (استدلال) بالکل غلط ہے کیونکہ اس روایت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اپنی خواہش کی بنا پر جو بھی چیز اچھی لگے وہ عند اللہ بھی اچھی شمار ہوتی ہے بلکہ روایت کا درست مفہوم یہ ہے کہ مؤمن مسلمان کتاب و سنت کی روشنی میں جس چیز کو اچھا قرار دے، وہ چیز اللہ کے ہاں بھی اچھی ہی ہوگی۔

اس حدیث میں ”المسلمون“ کے لفظ نے بدعت کے تمام دروازے بند کر دیئے ہیں، دوسرا یہ کہ ”المسلمون“ میں ”الف لام“ عہد خارجی کے لئے ہے اور اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی اور کی تحسین (کسی چیز کو اچھا کہنے) کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بہر حال اس حدیث کو ہر بدعت کے جواز کے لئے سند بنانا سراسر نا انصافی ہے۔

بدعت کی قسمیں

بدعت دو قسم پر ہے۔ ایک وہ کہ جو عقیدے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، اور دوسری وہ کہ جو عمل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، عملی بدعت کو محدثین فسق میں شمار کرتے ہیں، تو یہاں بدعت سے مراد عقیدے کی بدعت ہے۔ اب باقی رہ گئی یہ بات کہ ایسے بدعتی کی روایت قبول ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں صحیح اور قابل اعتبار بات یہ ہے کہ اگر بدعتی کسی امر متواتر کا منکر ہو یا وہ امر دین کی ضروریات میں سے شمار کیا جاتا ہو تو اس قسم کے بدعتی کی روایت مردود ہے، قبول نہیں ہے، اور اگر دین کی ضروریات کا منکر نہ ہو اور ضبط اور تقویٰ کا حامل ہو، اور اپنی بدعت کی طرف کسی کو نہ بلاتا ہو، اور بدعت کا مؤید اور مددگار نہ بنتا ہو، تو اس کی روایت مردود اور ناقابل قبول نہیں ہے بلکہ ان کی روایت قبول کی جاتی ہے۔ صحاح ستہ کے راویوں میں جو راوی بدعتی نظر آتے ہیں، وہ اس دوسری قسم سے ہیں۔

سوال: ”مضطرب حدیث“ کونسی حدیث کو کہا جاتا ہے؟

جواب: اضطراب لغت میں پانی کی موجوں کی حرکت کو کہا جاتا ہے اور خلل اور فساد کے معنی میں آتا ہے، تو مضطرب اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جس میں نقصان اور فساد ہو، اور مضطرب حدیث بھی کسی خلل اور فساد سے خالی نہیں ہوتی، محدثین کی اصطلاح میں مضطرب اس حدیث کو کہتے ہیں کہ مختلف طرق اور سندوں کے ساتھ مروی ہو، اور ایک دوسرے کے ساتھ ایسے متعارض ہوں کہ تطبیق اور جمع ان میں آسان نہ ہو، اور سب ایک دوسرے کے ساتھ قوت اور ضعف میں برابر ہوں، اور ایک دوسرے پر ترجیح دینا بھی آسان نہ ہو۔

سوال: ”اضطراب“ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: اضطراب دو قسم پر ہے۔ ایک اضطراب متن میں اور دوسرا اضطراب سند میں، کبھی اضطراب ایک راوی سے ہوتا ہے اور کبھی کئی راویوں سے ہوتا ہے، کبھی ایک چیز کے آگے کرنے میں اضطراب ہوتا ہے اور کبھی اس کے پیچھے کرنے میں۔

سوال: ثقہ راویوں کی مخالفت جو کہ اعتراض کا سبب ہے، کتنی قسم پر ہے؟

جواب: یہ مخالفت تقریباً سات قسم پر ہے۔ (۱) اسناد (سند بیان کرنے) میں اختلاف (۲) متن میں مخالفت (۳) حدیث کے الفاظ میں کمی یا زیادتی کی مخالفت (۴) آگے پیچھے کرنے میں اختلاف (۵) کمی زیادتی کرنا (۶) بدلنا (۷) راویوں کے ناموں یا متن کے اجزاء اور ٹکڑوں میں غلطی کرنا یا اس جیسی اور غلطیاں، ان سب صورتوں میں حدیث کو مضطرب کہتے ہیں۔

سوال: ”مضطرب حدیث“ کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر تعارض ختم کرنا اور تطبیق (جمع کرنا) ممکن ہو تو ایسی روایت قبول کی جائے گی ورنہ پھر اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں توقف کرنا چاہیے۔

سوال: اگر ایک راوی پر ”وہم“ کی تہمت لگی ہو تو اس کی روایت کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اگر اس نے روایت یقین کے ساتھ نہ کی ہو اور ویسے ہی وہم کے طریقہ پر کی ہو اور قرآن اور نشانیوں سے وہم کا پتہ چلتا ہو، اور اسی طرح اس میں اور بھی علتیں موجود ہوں تو ایسے راوی کی روایت کو معلل کہا جاتا ہے۔

سوال: راوی کے ”وہم“ کا کیسے پتہ چلے گا؟

جواب: اس روایت کی تمام طرق جمع کرنے کے ساتھ راوی کے ”وہم“ کا پتہ لگ سکتا ہے، اور یہ حدیث کے فن میں سب سے زیادہ گراں اور مشکل کام ہے، اس وجہ سے اس کی کھوج

(پتہ) صرف وہی آدمی لگا سکتا ہے جو بہت سمجھدار ہو اور حافظہ اس کا بہت زیادہ ہو، اور راویوں اور احادیث کے مرتبے سے اچھی طرح باخبر ہو جیسا کہ گزشتہ بڑے بڑے علماء جن کا سلسلہ امام دارقطنی رحمہ اللہ پر ختم ہوتا ہے۔

سوال: راوی کے سوء حفظ (یعنی خراب حافظہ) کا کیا مطلب ہے؟

جواب: سوء حفظ اس کو کہتے ہیں کہ راوی کی غلطیاں، صواب (صحیح) سے اور اس کا سہو اور بھول، حفظ (یاد رکھنے) سے زیادہ ہوں، یا اس کے ساتھ برابر ہوں، اور اگر ایسا ہو کہ اس سے غلطی اور بھول کبھی کبھی واقع ہوتی ہو، تو اس کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ ایسی غلطی اور بھول سے کوئی بھی خالی نہیں ہوتا، اور اگر اس کا صواب (صحیح) اور حفظ اور اتقان زیادہ ہو اور اس کی غلطیاں اور بھول کم ہو تو ایسی راوی کو سئ الحفظ (برے حافظے والا) نہیں کہا جاتا۔

سوال: سئ الحفظ (برے حافظے والے) راوی کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر سوء حفظ ہمیشہ ہو تو ایسے راوی کی روایت معتبر نہیں ہے، اور اگر کبھی کبھی ہو، ہمیشہ نہ ہو، اختلاط (خلط ملط، گڈمڈ ہونا) یا بڑھاپے کی وجہ سے ہو، یا آنکھوں سے نابینا ہو جائے، یا جن کتابوں سے روایت کرتا تھا، وہ ضائع ہو جائیں تو ان صورتوں میں راوی کو ”مختلط“ کہتے ہیں، اب اگر یہ پتہ لگ سکتا ہو کہ اس نے یہ روایتیں اختلاط سے پہلے کی ہیں اور یہ اختلاط کے بعد کی ہیں، تو جو روایتیں اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں وہ معتبر ہوں گی، اور جو اختلاط کے بعد بیان کی ہیں وہ معتبر نہیں ہوں گی، اور اگر یہ پتہ نہ لگ سکتا ہو تو پھر اس کی روایتوں کا حکم یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے گا، ہاں! اگر ان سب صورتوں میں اس روایت کے شواہد اور متابع موجود ہوں تو اعتبار کے درجہ میں قبول ہوگی۔

پانچواں باب

خبر واحد کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے اقسام کے بیان میں

سوال: ”صحیح حدیث“ کونسی ہے؟

جواب: ہر وہ حدیث کہ عادل اور کامل الضبط راوی نے متصل سند کے ساتھ نقل کی ہو، اور ہر قسم کی شذوذ اور علتوں سے پاک ہو، اس کو صحیح حدیث کہتے ہیں۔

سوال: ”حدیث صحیح لذاتہ“ کونسی ہے؟

جواب: صحیح حدیث کی تعریف میں جو صفات ذکر ہوئیں اگر یہ سب (صفات) حدیث میں موجود ہوں تو اس کو حدیث صحیح لذاتہ کہتے ہیں۔

سوال: ”حدیث صحیح لغیرہ“ کونسی حدیث ہے؟

جواب: اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے کوئی کمی پائی جائے یعنی وہ تمام صفات اس میں موجود نہ ہوں لیکن زیادہ طرق کی وجہ سے یہ نقصان پورا کر لیا جائے، تو اس صورت میں اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

سوال: ”حدیث حسن لذاتہ“ کونسی حدیث ہے؟

جواب: اگر کمی اور نقصان صرف راوی کے ضبط میں ہو، تو اس کو حسن لذاتہ کہتے ہیں۔

سوال: ”حدیث حسن لغیرہ“ کونسی ہے؟

جواب: ہر وہ حدیث کہ جس کے ضعیف ہونے میں توقف ہو لیکن قرائن اور زیادہ طرق کی وجہ سے رائج اور قابل قبول ہو جائے، تو اس کو حسن لغیرہ کہتے ہیں۔

حدیث غریب

سوال: ”غریب حدیث“ کا کیا معنی ہے؟

جواب: غریب صفت مشبہ کا صیغہ ہے، لغت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اکیلا ہو، اور اپنے رشتہ داروں سے دور ہو۔ اور محدثین کی اصطلاح میں غریب اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کا راوی (کہیں نہ کہیں) ایک آدمی ہو، اگر حدیث کے تمام یا بعض طبقوں میں ایک راوی ہو تو اس کو غریب حدیث کہتے ہیں۔ اور اگر بعض طبقوں میں ایک سے زیادہ ہو جائیں تو بھی اس کو غریب کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس فن میں اقل (کم) کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے کہ عزیز حدیث کے لئے شرط ہے کہ اس کے دو راوی ہوں، تمام طبقات میں ہوں یا بعض طبقات میں۔

سوال: ”غریب مطلق“ یا ”فرد مطلق“، کونسی حدیث ہے؟

جواب: فرد مطلق یہ ہے کہ غرابت اصل سند میں یعنی سند کے آخر میں صحابی کی جانب ہو یعنی سند کے آخر میں راوی ایک ہو، اب یہ غرابت تمام طبقوں میں رہی ہو یا نہیں، ایک چیز ہے (یعنی اس کو دونوں حالتوں میں غریب کہا جائیگا)۔

غریب مطلق کی مثال: حدیث ”انما الأعمال بالنیات“ کہ اس کے راوی صرف حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، محدثین نے اس کو غریب مطلق کہا ہے۔

سوال: ”غریب نسبی“ یا ”فرد نسبی“، کونسی حدیث ہے؟

جواب: غریب نسبی اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کی غرابت سند کے بیچ میں ہو، یعنی وہ روایت کہ اصل سند میں اس کو ایک سے زائد راوی روایت کریں اور پھر ان راویوں میں سے ایک راوی منفرد ہو جائے، یعنی ایک راوی اس کو روایت کرے۔

غریب نسبی کی مثال: مالک عن ابن شہاب الزہری عن أنس ”أن رسول الله ﷺ

دخل مكة عام الفتح وعلي رأسه المغفر“ اس روایت میں امام مالک رحمہ اللہ، امام زہری رحمہ اللہ

۱۔ موطاء مالک، کتاب الحج، ص ۴۵۷، قدیمی

سے (روایت کرنے میں) اکیلے راوی ہیں، اور اس حدیث کو محدثین نے فردِ نسبی کہا ہے۔
 فردِ نسبی کی وجہ تسمیہ: فردِ نسبی اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ تفرد (اکیلا ہونا)
 صرف ایک راوی کی نسبت سے ہوتا ہے (یعنی سند کے بیچ میں کہیں راوی ایک ہو جائے اس
 کی طرف نسبت کر کے اس کو فردِ نسبی کہا جاتا ہے)۔

فردِ نسبی کی قسمیں

سوال: ”فردِ نسبی“ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: چار قسم پر ہے۔

اول: وہ روایت کہ ثقہ راوی جس میں متفرد ہو، جیسا کہ محدثین کہتے ہیں ”لم یروہ ثقہ
 الا فلان“۔

دوئم: وہ کہ ایک خاص راوی دوسرے خاص راوی سے متفرد ہو، اگرچہ اس دوسرے
 سے کئی طرق سے وہ روایت کی گئی ہو، جیسا کہ محدثین کہتے ہیں ”تفرد فلان عن فلان“۔
 سوئم: وہ کہ اس میں ایک شہر یا ایک علاقہ کے راوی متفرد ہوں، جیسے محدثین کہتے ہیں
 ”تفرد بہ اهل مكة أو الشام“۔

چہارم: یہ کہ ایک شہر یا ایک علاقہ کے راوی ایک (دوسرے) شہر یا علاقہ کے راویوں
 سے متفرد ہوں، جیسا کہ محدثین کہتے ہیں ”تفرد بہ اهل البصرة عن اهل المدينة أو
 تفرد بہ اهل الشام عن اهل الحجاز“۔

غریب حدیث کی مزید اور قسمیں: محدثین نے غریب حدیث کی سند اور متن کے
 لحاظ سے دو قسمیں بتائی ہیں۔

۱..... غریب متناً اور سنداً: یعنی وہ حدیث کہ جس کے متن کو اکیلے ایک راوی نے روایت کیا ہو۔

۲..... غریب سنداً نہ کہ متناً: وہ حدیث کہ جس کے متن کو کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہو، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف اور صرف ایک راوی نے روایت کیا ہو، غریب حدیث کی اس دوسری قسم کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”غریب من هذا الوجه“۔

سوال: ”مقبول حدیث“ کونسی ہے؟

جواب: مقبول حدیث وہ ہے کہ جس کے راوی کا سچ بولنا اس کے جھوٹ بولنے سے زیادہ ہو، مقبول حدیث کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال بھی واجب ہے اور اس پر عمل کرنا بھی واجب ہے۔

سوال: ”مردود حدیث“ کونسی ہے؟

جواب: مردود حدیث وہ ہے کہ جس کے راوی کے بیان میں جھوٹ زیادہ اور سچ کم ہو، مردود حدیث کا حکم یہ ہے کہ نہ اس سے استدلال جائز ہے اور نہ ہی اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

سوال: ”ضعیف حدیث“ کونسی ہے؟

جواب: ضعیف لغت میں کمزور کو کہتے ہیں جو قوی کی ضد ہے، اور ضعیف دو قسم پر ہے۔ (۱) حسی ضعیف (۲) معنوی ضعیف، حدیث کے فن میں معنوی ضعیف سے بحث ہوتی ہے، محدثین کی اصطلاح میں ضعیف حدیث وہ ہے جس میں حسن حدیث کی صفات موجود نہ ہوں، یعنی حسن حدیث کی شرطوں میں سے ایک شرط اس میں نہ ہو، جیسا کہ علامہ بیقونی رحمۃ اللہ علیہ اپنی منظومہ میں فرماتے ہیں:

وكل ما عن رتبة الحسن قصر

فهو الضعيف وله اقسام كثر

شعر کا ترجمہ: اور وہ حدیث جو حسن کے مرتبے سے کم تر ہو اس کو ضعیف کہا جاتا ہے، اور اس کی بہت سی اقسام ہیں۔

مدلس کی بحث

سوال: ”مدلس حدیث“ کونسی ہے؟

جواب: مدلس حدیث وہ ہے کہ سند سے راوی کا گرنا پوشیدہ ہو اور اس کا پتہ نہ لگے، یعنی راوی ایک ایسے شیخ سے روایت کرے کہ اس کا زمانہ پایا ہو اور اس کی ملاقات اس (شیخ) کے ساتھ ثابت ہو، مگر ایسی حدیث روایت کرے جو اس سے سنی نہ ہو لیکن یہ گمان ہو کہ اس (شیخ) سے سنی ہوگی، جیسا کہ کہے ”عن فلان“ اور یا کہے ”قال فلان“ اس کو تدلیس فی الاسناد کہتے ہیں۔

تدلیس کی قسمیں

سوال: ”تدلیس“ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: تدلیس تین قسم پر ہے۔

اول: تدلیس فی الاسناد (سند میں تدلیس) جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، یعنی اپنے زمانے کے ایک ایسے راوی سے روایت کرے کہ اس کی ملاقات اس کے ساتھ ہوئی ہو، لیکن سماع اس سے ثابت نہ ہو، ہاں سماع کا گمان ہو۔

دوئم: تدلیس فی الشیوخ، یعنی اپنے استاد کو ایسے نام یا کنیت یا لقب یا نسبت یا صفت کے ساتھ ذکر کرنا کہ وہ اس سے مشہور نہ ہو، یہاں تک کہ اس سے پہچانا بھی نہ جاتا ہو۔

سوم: تدلیس تسویہ، وہ یہ کہ اپنے شیخ کو تو ذکر کرے لیکن استاذ کے استاذ یا اس سے اوپر راوی کو ذکر نہ کرے، اس وجہ سے کہ وہ یا تو ضعیف ہو یا چھوٹا ہو، یعنی کم عمر والا ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنا استاذ تو اس کا ثقہ ہو لیکن ایسے لفظ سے روایت کرے کہ دوسرے استاذ سے سماع کا احتمال رکھتا ہو، یہ صرف اپنی حدیث کی تحسین کے لئے کرتا ہے اور یہ تدلیس تسویہ کی بدترین قسم ہے۔

سوال: ”مرسل خفی“ کونسی حدیث ہے؟

جواب: مرسل خفی اس کو کہتے ہیں کہ راوی ایک ایسے شیخ سے روایت کرے کہ ان کا زمانہ ایک ہو لیکن اس کے ساتھ ملاقات ثابت نہ ہو مگر روایت ایسے لفظ سے کرے کہ اس پر سماع کا گمان ہوتا ہو۔

سوال: مدلس اور مرسل خفی کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: مدلس اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کا راوی ایسے شیخ سے روایت کرے کہ اس کے ساتھ ملاقات تو ثابت ہو لیکن یہ (روایت کردہ) حدیث اس سے نہ سنی ہو، اور مرسل خفی اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کا راوی ایسے شیخ سے روایت کرے کہ ان کا زمانہ ایک ہو لیکن اس کی ملاقات اس کے ساتھ ثابت نہ ہو۔

مرسل کی قسمیں

سوال: ”مرسل“ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: مرسل دو قسم پر ہے۔

(۱) مرسل جلی: وہ یہ کہ راوی کا گرنا سند سے ظاہر ہو۔

۱۔ مقدمہ، اعلاء السنن ص ۵ طبع قدیم

(۲) مرسل خفی: وہ یہ کہ راوی کا گرناسند سے ظاہر نہ ہو بلکہ چھپا ہوا ہو، اور راوی اس کو اس انداز سے روایت کرے کہ مروی عنہ (جس سے روایت کر رہا ہے) کے ساتھ معاشرت (ایک زمانے کا ہونا) ثابت ہو رہا ہو، لیکن اس کے ساتھ ملاقات کا پتہ نہ لگ رہا ہو، جو محدثین مرسل کو مدلس میں شامل کرتے ہیں وہ مدلس کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ ”مدلس“ اس حدیث کو کہتے ہیں کہ راوی کا گرناسند سے ظاہر نہ ہو بلکہ پوشیدہ ہو۔

مدلس اور مرسل خفی کے درمیان ایک دوسرا فرق

ارسال خفی کرنے والا اور مدلس دونوں ایک ایسے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا سماع اس سے ثابت نہ ہو لیکن ایسے لفظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ اس میں سماع کا احتمال ہوتا ہے، کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ مدلس نے اور (یعنی دوسری) احادیث تو اس شیخ سے سنی ہوئی ہوتی ہیں لیکن یہ روایت اس سے نہیں سنی ہوتی ہے، لیکن ارسال خفی کرنے والے نے اس شیخ سے کچھ بھی نہیں سنا ہوتا ہے، نہ اس سے یہ روایت سنی ہوئی ہوتی ہے اور نہ اس کے علاوہ دیگر روایتیں بلکہ اس کی ملاقات اس کیساتھ ثابت ہوئی ہوتی ہے یا معاشرت۔

تدلیس کی کچھ اور قسمیں دوسرے طرز سے

۱..... تدلیس فی الاسناد: یہ ہے کہ راوی ایک ایسے شیخ سے روایت کرے کہ اس سے اس کا سماع ثابت ہو، لیکن یہ حدیث اس سے نہ سنی ہو، اور نہ ہی اس (راوی) نے سماع کی صراحت کی ہو۔

۲..... تدلیس تسویہ: وہ اس طرح کہ راوی اپنے شیخ سے روایت کرے، اور دو ثقہ راویوں کے درمیان میں جو راوی ضعیف ہو، اس کو ذکر نہ کرے، یعنی اس کا شیخ ثقہ ہو اور اس نے ضعیف راوی سے روایت کی ہو اور اس ضعیف راوی نے دوسرے ثقہ راوی سے روایت

کی ہو، مدلس اس ضعیف راوی کو درمیان سے نکال دے اور اس کو ذکر نہ کرے، اس لئے کہ کوئی اس کی حدیث پر ضعیف ہونے کا گمان نہ کر لے۔

۳..... تدلیس فی الشیوخ: وہ یہ ہے کہ راوی ایسے شیخ سے روایت کرے کہ اس سے اس کا سماع ثابت ہو، لیکن اپنے شیخ کو ایسے نام یا کنیت یا لقب یا صفت سے ذکر کرے کہ اس سے پہچانا نہیں جاتا ہو۔

چھٹا باب

ہم تک حدیث پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی اقسام

سوال: ہم تک پہنچنے کے لحاظ سے احادیث کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں۔

(۱) متواتر حدیث: جو کئی طرق سے ہم تک پہنچی ہو۔

(۲) خبر واحد: جو چند طرق سے ہم تک پہنچی ہو۔

حدیث متواتر

سوال: ”حدیث متواتر“ کوئی ہے؟

جواب: متواتر اسم فاعل کا صیغہ ہے تو اتر سے، اور تو اتر لغت میں پے درپے (لگاتار) کو

کہتے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ”تواتر المطرای تتابع نزولہ“، یعنی بارش پے درپے،

لگاتار، تسلسل کے ساتھ ہوئی، اور محدثین کی اصطلاح میں متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں کہ

اتنے سارے لوگوں نے اس کو روایت کیا ہو کہ جھوٹ پران کا جمع ہونا محال ہو۔ یعنی متواتر

۱۔ تیسیر مصطلح الحدیث ص/ ۷۹ تا ۸۱

اس حدیث یا خبر کو کہتے ہیں کہ ہر طبقہ میں اس کو اتنے زیادہ لوگ روایت کریں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق محال سمجھا جاتا ہو۔

حدیث متواتر کی شرطیں

سوال: حدیث کے متواتر ہونے کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: ”حدیث متواتر“ کی تعریف میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ایک حدیث میں چار شرطیں نہ پائی گئی ہوں تب تک اس حدیث کو متواتر نہیں کہا جاسکتا۔
۱..... پہلی شرط یہ ہے کہ اس کو روایت کرنے والے زیادہ آدمی ہوں، کم سے کم آدمیوں کے تعداد میں اختلاف ہے۔ لیکن بعض محدثین کے نزدیک کم سے کم دس آدمی ہیں۔

۲..... دوسری شرط یہ ہے کہ راویوں کی یہ کثرت اور زیادہ ہونا سند کے تمام طبقوں میں موجود ہو۔

۳..... تیسری شرط یہ ہے کہ (راوی) اتنے زیادہ ہوں کہ جھوٹ پر ان کا اتفاق عادی محال ہو۔

۴..... چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ حدیث یا خبر محسوس چیز کے بارے میں ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ”سمعنا أو رأينا أو لمسنا“ یا اس جیسے اور، اگر وہ (حدیث یا خبر) کسی عقلی امر پر دلالت کر رہا ہو، جیسا کہ حدوث عالم، تو اس حدیث اور خبر کو متواتر نہیں کہتے۔

حدیث متواتر کا حکم

سوال: حدیث متواتر کا حکم کیا ہے؟

جواب: حدیث متواتر کا حکم یہ ہے کہ اس سے مکمل یقین پیدا ہوتا ہے، اور مخاطب پر اس کا ماننا لازمی ہوتا ہے، جیسے آدمی کوئی چیز اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس میں اس کوئی شک نہ ہوتا، اسی طرح متواتر حدیث یا خبر جس چیز پر دلالت کرتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ متواتر کی سب قسمیں قبول اور معتبر ہیں اور اس کے راویوں کے حالات تلاش (جانچ پڑتال) کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔

فائدہ: یہ بات جانی چاہیے کہ یقین پیدا کرنے کے دو معنی ہیں۔
 اول: یہ کہ دوسری طرف کا احتمال بالکل نہ ہو، نہ دلیل کی وجہ سے اور نہ عقل کی وجہ سے۔
 دوم: یہ کہ دوسری طرف کا احتمال دلیل کی وجہ سے ختم ہو جائے، لیکن عقلی احتمال باقی ہو۔
 حدیث مشہور بھی یقین پیدا کرنے کا فائدہ دیتی ہے، یعنی اس سے یقین پیدا ہوتا ہے لیکن دوسرے معنی کے ساتھ، کہ دوسری طرف عقلی احتمال موجود ہوتا ہے۔

متواتر کی قسمیں

سوال: ”متواتر حدیث“ کتنی قسم پر ہے؟

جواب: دو قسم پر ہے۔ (۱) متواتر لفظ کے اعتبار سے (۲) متواتر معنی کے اعتبار سے۔
 متواتر لفظ کے اعتبار سے اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ اس کا لفظ اور معنی دونوں تواتر کے مرتبے تک پہنچے ہوئے ہوں۔ جیسا کہ حدیث ”من کذب علی متعمداً فلیتبعہ من النار“ کہ ستر کے لگ بھگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو روایت کیا ہے۔

اور متواتر معنی کے اعتبار سے اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ معنی اور مطلب اس کا صرف تواتر کے مرتبہ تک پہنچے ہوں، جیسا کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا (رفع الیدین) اس کے بارے میں تقریباً سوا حدیث پیغمبر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہیں اور ہر ایک میں دعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھانے کا ذکر ہے، نیز کہ ہر حدیث مختلف واقعہ کے بارے میں ہے اور اکیلے تواتر کی حد تک نہیں پہنچتی، لیکن ہر ایک میں دعا کے وقت ہاتھوں کے اٹھانے کا ذکر ہے اور تواتر کے حد تک پہنچا ہے۔

خبر واحد

سوال: ”خبر واحد“ کونسی ہے؟

جواب: لغت میں خبر واحد اس حدیث یا خبر کو کہا جاتا ہے کہ اس کو روایت کرنے والا ایک فرد ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں خبر واحد اس حدیث کو کہتے ہیں کہ متواتر حدیث کی شرطیں اس میں جمع نہ ہوں، اگرچہ ایک آدمی نے روایت کیا ہو یا زیادہ نے، ایک چیز ہے۔

خبر واحد کا حکم

سوال: خبر واحد کا کیا حکم ہے؟

جواب: خبر واحد سے علم نظری اور استدلالی ثابت ہوتا ہے، یعنی خبر واحد بھی یقین کا فائدہ دیتی ہے لیکن اس وقت کہ جب حدیث کے تمام طرق میں غور و فکر ہو جائے کہ اس کی سند اور متن میں کسی قسم کا سقم نہیں ہے۔

خبر واحد کی قسمیں

سوال: خبر واحد کتنی قسم پر ہے؟

جواب: خبر واحد راویوں کی تعداد کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ (۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب۔

سوال: ”حدیث مشہور“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مشہور لغت میں معلوم اور ظاہر کو کہتے ہیں، اس وجہ سے ہر چیز جب مکمل ظاہر ہو جائے، اس کو مشہور کہا جاتا ہے۔ اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کے روایت کرنے والے تین یا تین سے زیادہ ہوں، اور تو اتر کے مرتبہ تک نہ پہنچی ہو، جیسا کہ یہ حدیث ”ان الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه...“ الحدیث۔

سوال: ”مشہور عرفی“ کوئی حدیث کو کہا جاتا ہے؟

جواب: مشہور عرفی وہ ہے کہ لوگوں میں مشہور ہو جائے، اور اصطلاحی مشہور کی شرطیں اس میں موجود نہ ہوں، ایک سند کے ساتھ ہو یا زیادہ کے ساتھ، اور یا اس کی سرے سے سند ہی نہ ہو، مشہور عرفی کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط۔

سوال: ”مستفیض حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مستفیض اسم فاعل کا صیغہ ہے باب استفعال سے، اور ”فاض یفیض“ بننے کے معنی میں آتا ہے، یعنی لغت میں بکھری ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے۔ اور اصطلاح میں کبھی مشہور کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی مشہور کا مرادف ہے، اور بعض محدثین کے نزدیک مستفیض خاص ہے اور مشہور عام ہے، اس لئے کہ مستفیض میں شرط یہ ہے کہ اس کی سند کے دونوں طرف برابر ہوں، اور مشہور میں یہ شرط نہیں ہے۔ اور بعض محدثین کے نزدیک معاملہ

برعکس ہے، کہ مشہور کو خاص اور مستفیض کو عام کہتے ہیں۔

حدیث عزیز

سوال: ”عزیز حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: عزیز صفت مشبہ کا صیغہ ہے ”ضَرْبَ يَضْرِبُ“ یا ”سَمِعَ يَسْمَعُ“ کے باب سے، ضرب یضرب سے کم اور نادر کے معنی میں ہے۔ اور سمع یسمع سے قوت اور شدت کے معنی میں ہے۔ تو جس حدیث کو عزیز کہا جاتا ہے، یا تو کمی، قلت اور ندرت کی وجہ سے اور یا قوت کی وجہ سے کہ کئی طرق سے ثابت ہوا ہو (عزیز کہا جاتا ہے) اور محدثین کی اصطلاح میں عزیز حدیث وہ ہے کہ اس کے راوی سند کے تمام طبقات میں دو سے کم نہ ہوں، اگر ایک طبقہ میں دو سے زیادہ ہو جائیں، تو کوئی پرواہ نہیں ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں۔

عزیز حدیث کی مثال: امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: ”قال قال رسول الله ﷺ لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين“ اور یہی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ محدثین نے اس حدیث کو عزیز کہا ہے، اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دو آدمیوں یعنی قتادہ اور عبد العزیز بن صہیب نے روایت کی ہے۔ اور قتادہ نے شعبہ اور سعید نے روایت کی ہے اور عبد العزیز سے اسماعیل بن علقمہ اور عبد الوارث نے روایت کی ہے اور پھر ان دونوں سے ایک اور جماعت نے روایت کی ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب رسول اللہ ﷺ من الایمان، ار۷، قدیمی،

صحیح مسلم کتاب الایمان، ار۹، قدیمی۔

ساتواں باب

خبر مقبول اور اس کی قسموں کے بیان میں

سوال: ”خبر مقبول“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: خبر مقبول اس حدیث کو کہتے ہیں کہ محدثین نے اسے قبول کیا ہو، اور اس کو رد نہ کیا ہو۔

سوال: خبر مقبول کتنی قسم پر ہے؟

جواب: خبر مقبول چار قسم پر ہے۔ (۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغيرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغيرہ۔

سوال: ”صحیح لذاتہ“ کی پہچان کیا ہے؟

جواب: صحیح لغت میں تندرست کو کہتے ہیں، یہ حقیقت میں بدن کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور مجازاً اس حدیث کو کہتے ہیں کہ کمزوری سے پاک ہو، اور اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کی سند اول سے آخر تک متصل ہو، اور ایسے راوی سے نقل کی گئی ہو جو عادل اور ضابط ہو، اور اپنی طرح عادل اور ضابط راوی سے نقل کر رہا ہو، اور ہر قسم کے شذوذ اور علت سے خالی ہو۔

(الف) سند کے متصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر راوی نے اپنے سے اوپر والے راوی سے خود یہ حدیث لی ہو، اور سند کے آخر تک اسی طرح ہو۔

(ب) راوی کی عدالت کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر راوی مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، نہ فاسق ہو اور نہ اس سے مروّت کے خلاف کوئی کام سرزد ہوا ہو۔

- (ج) راوی کے ضبط کا مطلب یہ ہے کہ تمام الضبط ہو، زبانی ہو یا کتاب سے۔
- (د) عدم شذوذ کا مطلب یہ ہے کہ ثقہ راوی نے اپنے سے (أوثق) زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کی ہو، اور اگر مخالفت کی ہو، تو اس حدیث کو شاذ کہتے ہیں۔
- (ه) عدم علت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی علت اس میں نہ ہو، اور علت محدثین کے نزدیک اس مخفی اور پوشیدہ سبب کو کہا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے حدیث پر اعتراض ہوتا ہو، اگرچہ ظاہر میں حدیث کسی علت سے پاک ہو۔

صحیح لذاتہ کی شرطیں

سوال: حدیث صحیح لذاتہ کی شرطیں کتنی ہیں؟

جواب: پانچ ہیں جیسا کہ پہلے گزر گیا۔ (۱) سند کا متصل ہونا (۲) راوی کی عدالت (۳) راوی کا ضبط (۴) شذوذ سے پاک ہونا (۵) ہر قسم کی علت سے پاک ہونا۔

صحیح لذاتہ کی مثال

سوال: صحیح لذاتہ کی مثال کیا ہے؟

جواب: صحیح لذاتہ کی مثال یہ ہے، جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔ ”حدثنا عبد الله بن يوسف قال أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن مطعم عن أبيه قال سمعت رسول الله ﷺ قرا في المغرب بالطور“ (بخاری کتاب الاذان) یہ حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ اس کی سند متصل ہے، اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے سماع کیا ہے، اور امام مالک، ابن شہاب اور ابن جبریر رحمہما اللہ کا ”عن“ کے ساتھ روایت کرنا سند کے اتصال کے لئے نقصان دہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ

حضرات مدلسین نہیں ہیں۔ نیز اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہیں اور علت اور شذوذ سے بھی پاک ہیں، اور اس روایت کی سند میں نہ کوئی علت ہے اور نہ اپنے سے اونچے درجہ کی روایت کے ساتھ متعارض ہے۔

حدیث صحیح لذاتہ کا حکم: اس حدیث کا حکم یہ ہے کہ محدثین، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک اس پر عمل واجب ہے، اس لئے کہ صحیح حدیث شریعت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے، اور مسلمان کے لئے اس پر عمل چھوڑنا ناجائز نہیں ہے۔

سوال: ”صحیح لغیرہ“ کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحیح لغیرہ بھی وہی حدیث حسن لذاتہ ہے جب کبھی دوسری طریق کے ساتھ روایت کی جائے، اگر یہ اول طریق جیسا ہو یا اس سے اونچا ہو تو اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ اس میں صحت، سند کی وجہ سے نہیں آئی ہے، بلکہ دوسرے طریق کے ملانے کی وجہ سے آئی ہے، اس وجہ سے اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

صحیح لغیرہ کا مرتبہ: اس حدیث کا مرتبہ حسن لذاتہ سے اونچا اور صحیح لذاتہ سے نیچے ہے۔
سوال: صحیح لغیرہ کی مثال کیا ہوگی؟

جواب: جیسا کہ یہ حدیث ”محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ أن رسول اللہ ﷺ قال لو لا اشق علی امتی لأمرتہم بالسواک عند کل صلاة“ یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح لغیرہ ہے۔ یہ حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب الطہارۃ میں ذکر کی ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے ”أبو الزناد عن الأعرج عن ابی ہریرۃ“ سے نقل کی ہے۔

۱۔ جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی السواک ۱۲۱/۱ قدیمی

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب السواک ۱۲۸/۱ قدیمی

ابن الصلاح رحمہ اللہ کے قول کے مطابق محمد بن عمرو بن علقمہ کو جو اس حدیث کے راوی ہیں، بعض محدثین نے صدوق کہا ہے، اور بعض محدثین نے اس پر سوء حفظ کی تہمت لگائی ہے، اور بعض محدثین نے اس کو ثقہ کہا ہے، اور جب یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی روایت ہوئی، تو اس کے ملنے سے سوء حفظ کا وہ اعتراض ختم ہو گیا، اور حدیث صحیح کے درجہ تک پہنچ گئی۔

سوال: آپ نے کہا کہ جب کبھی حسن لذاتہ ایک دوسرے طریق کے ساتھ جواول جیسا ہو یا اس سے اونچا ہو، روایت کی جائے تو وہ صحیح وغیرہ ہو جاتی ہے، اب حسن لذاتہ کو کسی حدیث ہے؟

جواب: حسن لذاتہ بھی وہی صحیح لذاتہ ہے لیکن ایک شرط اس میں نہیں پائی جاتی، یعنی راوی کا ضبط کمزور ہوتا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”فان خف الضبط فالحسن لذاتہ“

حدیث حسن لذاتہ کا حکم

حسن لذاتہ، صحیح لذاتہ کی طرح ہے، یعنی عمل کرنا اس پر اور دلیل پکڑنا اس سے لازم ہے اگرچہ صحیح لذاتہ سے مرتبہ میں کم ہے، اس لئے کہ تمام محدثین نے اس سے استدلال کیا ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے، اور اکثر اصولیین اور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ حدیث حسن لذاتہ حجت ہے۔

حدیث حسن لذاتہ کی مثال

سوال: حدیث حسن لذاتہ کی مثال کیا ہے؟

جواب: حدیث حسن لذاتہ کی مثال امام ترمذی رحمہ اللہ کی یہ حدیث ہے۔

”حدثنا قتيبة حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي عن أبي عمران الجوني عن أبي بكر بن أبي موسى الأشعري قال سمعت أبي بحضرة العدو يقول: قال رسول الله ﷺ إن أبواب الجنة تحت ظلال السيوف“۔
یہ حدیث حسن لذاتہ ہے، اس لئے کہ جعفر بن سلیمان کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں اور جعفر بن سلیمان صرف صدوق ہے، ثقہ نہیں ہے، اس وجہ سے حدیث صحیح کے مرتبہ سے گر گئی اور حسن ہو گئی۔

حسن لغیرہ

سوال: ”حسن لغیرہ“ کوئی حدیث ہے؟

جواب: ہر وہ ضعیف حدیث جس میں ضعف راوی کے فسق اور کذب (جھوٹ) کی وجہ سے ہو اور کئی طرق سے روایت کی گئی ہو تو اس کو حسن لغیرہ کہتے ہیں۔

حسن لغیرہ کا مرتبہ: حسن لغیرہ، مرتبہ میں حسن لذاتہ سے کم ہے اور جب کبھی ان دونوں کے درمیان تعارض آجائے، تو حسن لذاتہ، حسن لغیرہ پر مقدم ہوگی۔

حسن لغیرہ کا حکم: حسن لغیرہ کا حکم یہ ہے کہ دلیل پکڑنا اس سے جائز ہے۔

حسن لغیرہ کی مثال: ترمذی شریف کی یہ حدیث ”شعبة عن عاصم بن

عبيد الله عن عبد الله بن عامر بن ربيعة عن أبيه أن امرأة من بني فزارة

تزوجت علي بن علي فقال رسول ﷺ أَرْضِيَتْ مِنْ نَفْسِكَ وَمَالِكَ بِنَعْلَيْنِ؟

قالت نعم فإجاز“ اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وفی الباب عن عمرو عن أبی ہریرۃ وسہل بن سعد وابی سعید وانس وعائشہ وابی حذرہ الأسلمی“ اس حدیث میں عاصم بن عبید اللہ حافظہ کے لحاظ سے کمزور ہے، اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو حسن کہا ہے، اس لئے کہ کئی طرق کیساتھ روایت ہوئی ہے۔

سوال: محدثین کے اس قول ”صحیح الاسناد“ اور ”حدیث صحیح“ کے درمیان کوئی فرق ہے؟

جواب: جی ہاں ہے۔ ”حدیث صحیح الاسناد“ کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ حدیث میں کچھ شذوذ یا کوئی علت موجود ہو، اور ”حدیث صحیح“ کا مطلب یہ ہے کہ صحت کی تمام شرطیں اس میں موجود ہیں۔

سوال: محدثین کے اس قول ”حدیث حسن الاسناد“ اور ”حدیث حسن“ کے درمیان کوئی فرق ہے؟

جواب: ان دونوں میں بھی وہی فرق ہے جو ”صحیح الاسناد“ اور ”حدیث صحیح“ کے درمیان گزر گیا، یعنی ”حسن الاسناد“ کی وجہ سے حدیث حسن نہیں ہو سکتی، ہو سکتا ہے کہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن اور متن کے لحاظ سے ضعیف ہو۔

سوال: امام ترمذی رحمہ اللہ یا اور دیگر محدثین کے اس قول ”هذا حدیث حسن صحیح“ کا کیا مطلب ہے؟ اس لئے کہ صحیح کی تعریف اور ہے اور حسن کی تعریف اور؟

جواب: اس کا سب سے اچھا جواب جسے حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی رحمہما اللہ نے پسند کیا ہے، وہ یہ ہے کہ: (۱) اگر حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سند ہوں، تو ایک سند کے اعتبار سے حسن ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ (۲) اور اگر اس حدیث کی ایک سند ہو، تو مطلب

اس کا یہ ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور بعض کے نزدیک حسن، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے جمع کرنے میں اس اختلاف کی طرف اشارہ ہے کہ اس حدیث کے بارہ میں علماء کے دو قول ہیں، ایک حسن کا اور دوسرا صحیح کا، اور یا یہ کہ پڑھنے والے کو ترجیح کی وجہ معلوم نہیں ہے اس لئے دونوں کو جمع کرتا ہے اور ”حسن صحیح“ کہتا ہے۔

(واللہ اعلم)

آٹھواں باب

حدیث کے تحمل، ضبط اور اداء کے بیان میں

سوال: ”تحمل“ اور ”ضبط حدیث“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: تحمل، محدثین کے نزدیک معتبر شرطوں کے ساتھ استاذ سے حدیث لینے کو کہا جاتا ہے، اور ضبط اس کو کہتے ہیں کہ جو کچھ استاذ سے سنا ہو وہ اس طرح یاد کر لے کہ اوروں کو اچھی طرح سے اس کی تعلیم دے سکتا ہو۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ اصول حدیث کے علماء نے اس بارے میں

بہت زیادہ کوشش کی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی حدیث جو اسلام کی دوسری بنیاد ہے، مکمل طریقہ سے لوگوں تک پہنچ جائے اور (انہی اصول حدیث کے علماء نے) حدیث کے ضبط اور تحمل کے لئے شرطیں رکھی ہیں، اور حدیث کے ضبط اور تحمل کو دیگر علوم کے ضبط اور تحمل سے بالکل جدا کیا ہے، یہ اس لئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے علم کو دوسروں تک پہنچانے میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ آجائے اور احادیث سے لوگوں کا اعتماد ختم نہ ہو جائے، اور احادیث کے منکرین کو کوئی بہانہ ہاتھ نہ آ سکے۔

سوال: حدیث کے تحمل میں اسلام اور بلوغ شرط ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح مذہب یہ ہے کہ اسلام اور بلوغ اس کے لئے شرط نہیں ہے، مگر صحیح اور غلط کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت شرط ہے۔ دوسرے کسی تک پہنچانے کے وقت راوی میں اسلام اور بلوغ کی شرط ہے جیسے کہ راوی کی شرطوں کے بیان میں پہلے گزر چکا۔

سوال: احادیث کا سننا (سماع) کس عمر میں مستحب ہے؟

جواب: اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ بالغ ہونے اور سمجھ کے وقت میں جبکہ انسان کا حافظہ ایسے وقت میں خوب مضبوط اور تیز ہوتا ہے، احادیث کا سننا مستحب کیا بلکہ ضروری ہے۔

سوال: تحمل حدیث کے کتنے طریقے ہیں؟

جواب: ہمارے زمانے میں تحمل حدیث کا طریقہ یہ ہے کہ احادیث کی کتابیں سمجھدار اور ماہر استاذ سے پڑھ لے، لیکن متقدمین کے نزدیک یعنی کتابوں کی تصنیف کے زمانے سے پہلے تحمل کے آٹھ طریقے تھے۔

۱..... استاذ سے حدیث سننا، وہ اس طرح کہ استاذ حدیث پڑھتا ہے اور شاگرد اس کو سنتا ہے، استاذ زبانی پڑھے یا کتاب سے، اسی طرح طالب صرف سنے، اور یا سنے بھی اور لکھے بھی، ایک چیز ہے۔

۲..... استاذ کے سامنے پڑھنا، اکثر محدثین کے نزدیک اس کو عرض کہتے ہیں، طریقہ اس کا یہ ہے کہ طالب، حدیث پڑھتا ہے، اور شیخ اس کو سنتا ہے، طالب خود پڑھے یا سبق کے ساتھیوں میں کوئی ایک پڑھے اور دوسرا اس کو سنے، دونوں ایک چیز ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ زبانی پڑھے یا کہ کتاب سے، جیسا کہ آج کے زمانہ میں ہوتا ہے۔

۳..... شیخ سے ان روایات کی اجازت لینا، اگر استاذ صرف زبانی اجازت دیدے، یا تحریری اجازت دیدے، ایک چیز ہے، یعنی جیسے کوئی شیخ کسی کو کہدے کہ تمہیں اجازت ہے، مجھ سے صحیح بخاری روایت کر سکتے ہو۔

۴..... مناولہ: مناولہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک استاذ کسی کو اپنی روایتوں کی کتاب دیدے اور اس کو کہدے کہ یہ میری فلاں شیخ سے روایتیں ہیں، یہ تم اوروں کو روایت کر دو (بیان کر دو) اور کتاب اس کو عاریت یا ملکیت کے طور پر دیدے اور اس کے پاس چھوڑ دے کہ وہ اس سے اپنے لئے نقل کر لے۔ اور اگر صرف کتاب دیدے اور اس سے کہدے کہ یہ میری سنی ہوئی روایتیں ہیں اور کچھ اور نہ کہے، تو یہ بھی مناولہ کی ایک قسم ہے۔

۵..... کتابت: اگر استاذ اپنی سنی ہوئی روایتیں خود لکھ لے یا کسی اور سے لکھوائے، اور کسی کو دیدے تو اس کو کتابت کہتے ہیں، اگرچہ روایت کرنے کی اجازت اس کو دی ہو یا نہیں دی ہو، دونوں صورتوں میں طالب روایت کر سکتا ہے۔

۶..... اعلام: اعلام اس کو کہتے ہیں کہ شیخ طالب کو کہدے کہ یہ حدیث یا یہ کتاب میری سنی ہوئی احادیث ہیں، اس صورت میں جب تک روایت کرنے کی صراحت نہ کی ہو، اور یا اجازت اس کو نہ دی ہو، اس کا روایت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب یا حدیث میں کوئی خلل اور نقصان ہو۔

۷..... الوصیۃ: وصیت یہ ہے کہ شیخ موت کے وقت میں یا سفر پر جانے کے وقت وصیت کرے کہ میری کتابوں میں سے ایک کتاب اوروں کو روایت کر دو، اس میں صحیح مذہب یہ ہے کہ اس شیخ سے اس طریقہ پر روایت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ کمی اور

زیادتی کا احتمال ہے، اور شیخ خود موجود نہیں ہے کہ اس سے پوچھ لیا جائے۔

۸.....الوجاہة: ”واؤ“ کے زیر کے ساتھ، مصدر اس کا ”وجد“ سے ہے، ”پانے“ کے معنی میں آتا ہے (اگرچہ یہ لفظ مولد اور جعلی ہے، عربوں سے نہیں سنا گیا ہے) وجاہہ کا مطلب یہ ہے کہ طالب، شیخ کی لکھی ہوئی کچھ احادیث پالے اور اس سے روایت کرنا شروع کر دے، اور حال یہ ہے کہ نہ اس کا اس شیخ سے سماع ہے اور نہ اس کی طرف سے اجازت، وجاہہ کے طور پر روایت کرنے میں ایک قسم کا انقطاع ہے لیکن پھر بھی محدثین نے اس قسم کی روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر روایت کرنے کے وقت اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ کہے ”وجدت بخط فلان، أو قرأت بخط فلان کذا“ اور پھر بعد میں سند ذکر کرے۔

سوال: اگر طالب نے شیخ سے حدیث سنی ہو، اب آگے روایت کر رہا ہو تو کیسے کہے گا؟

جواب: ”سمعت“ یا ”حدثنی“ کے صیغہ کے ساتھ روایت کرے گا، اور ”قراءة علی الشیخ“ کی صورت میں ”أخبرنی“ کے ساتھ اور ”اجازت“ کی صورت میں لفظ ”أبائی“ کے ساتھ روایت کرے گا۔ اور ”مذاکرہ“ کے سننے کی صورت میں ”قال لی أو ذکر لی“ کے ساتھ روایت کرے گا۔

سوال: ”قراءة علی الشیخ“ کی صورت میں کونسے صیغہ کے ساتھ روایت کرے گا؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ کہے ”قرأت علی فلان“ یا ”قرئ علیہ وأنا أسمع فأقربہ“ اور ”حدثنا قراءة علیہ“ بھی کہہ سکتا ہے، اور مشہور یہ ہے کہ صرف ”أخبرنا“ کہے۔

سوال: شیخ کی اجازت دینے کے صورت میں کونسے صیغہ کے ساتھ روایت کریگا؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ کہے ”أجازنی فلان“ اور اگر ”حدثنا اجازة“ یا ”أخبرنا

اجازة“ کہے تو بھی ٹھیک ہے، لیکن متاخرین کے نزدیک اس حالت میں ”أبأنا“ کے ساتھ روایت کریگا۔

سوال: مناولہ کی صورت میں کونسے صیغے اور لفظ کے ساتھ روایت کریگا؟

جواب: سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ”ناولنی“ یا ”ناولنی وأجازنی“ کہے۔ اور اگر ”حدثنا مناولہ“ یا ”أخبرنا مناولہ“ کہدے، تو بھی جائز ہے۔

سوال: کتابت کے طور پر لینے کی صورت میں کس طرح روایت کریگا؟

جواب: کتابت کی صراحت کریگا اور ”كتب إلى فلان“ یا ”حدثني فلان كتابة“ اور یا ”أخبرني فلان كتابة“ کہے گا۔

سوال: اعلام کے طور پر لینے کی صورت میں کیسے روایت کریگا؟

جواب: اس صورت میں کہے گا ”أعلمني شيخي بكذا“۔

سوال: وصیت کے طور پر لینے کی صورت میں کس طرح روایت کریگا؟

جواب: اس صورت میں کہے گا ”أوصي إلى فلان بكذا“ یا ”حدثني فلان بكذا“۔

سوال: وجادہ کے طور پر لینے کی صورت میں کیسے روایت کریگا؟

جواب: اس صورت میں ”وجدت بخط فلان كذا“ یا ”قرأت بخط فلان كذا“ کہے گا۔

سوال: ”اداء“ کے الفاظ لکھنے کے لئے محدثین کی خاص خاص اصطلاحات ہیں، وہ کون کونسی ہیں؟

جواب: احادیث کے لکھنے والے اکثر مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

(۱) ”ننا“ یا ”نا“ حدثنا کی جگہ (۲) ”أنا“ یا ”ارنا“ أخبرنا کی جگہ (۳) ”ح“ ایک سند سے دوسری سند میں جانے کے وقت، پڑھنے والا اس کو ”ح“ پڑھتا ہے۔
 (۴) اختصار کی خاطر ”قال“ سند کے بیچ سے حذف کرنا باوجودیکہ پڑھنے والے کے لئے اس کا پڑھنا ضروری ہے، جیسے ”حدثنا عبد اللہ بن یوسف أخبرنا مالک“ اس میں پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ ”قال أخبرنا“ کہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ گمان پیدا ہو جائے گا کہ گویا عبد اللہ بن یوسف اور مالک دونوں نے ایک آدمی کو حدیث بیان کی ہے اور عطف کے حرف کو بیچ سے حذف کر دیا ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے، اسی طرح ”أنه“ کو بھی سند کے آخر سے اختصار کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے، لیکن اس کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ جیسے ”عن أبی ہریرۃ قال“ پڑھنے والے کو چاہیے کہ ”عن أبی ہریرۃ“ کہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ راوی نے ”ابو ہریرہؓ“ کی طرف سے کہا ہوگا اور (حضرت) ابو ہریرہؓ نے نہیں کہا اور یہ بھی غلطی ہے۔

نواں باب

بعض دیگر اصطلاحات کے بیان میں

سوال: روایت کے قبول ہونے کے لئے بنیادی شرطیں کتنی ہیں؟

جواب: جمہور محدثین اور فقہاء کے نزدیک دو ہیں، ایک عدالت اور دوسری ضبط۔

۱..... عدالت کا مطلب یہ ہے کہ راوی مسلمان ہو، عاقل اور بالغ ہو، نیز فاسق اور

خلاف مروت کاموں سے بچتا ہو۔

۱ خلاصہ تیسیر مصطلح الحدیث از ص ۱۵۵ تا ص ۱۶۵

۲..... ضبط کا مطلب یہ ہے کہ راوی ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کرتا ہو، اور اسی طرح

سوء حفظ، سخت غلطیوں، غفلت، اور ہر وقت وہم سے پاک ہو۔

سوال: راوی کی عدالت کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: راوی کی عدالت دو طریقوں سے پہچانی جاتی ہے۔

۱..... ایک یہ کہ جرح و تعدیل کے تمام علماء نے اس کو عادل کہا ہو، یا ان میں سے

کم از کم ایک فرد اس کو عادل کہہ دے۔

۲..... دوسرا یہ کہ عوام و خواص مسلمانوں میں اس کی عدالت مشہور ہو، اب اگر کسی

کی عدالت اور لوگوں میں اس کی تعریف، علماء میں مشہور ہو، تو اس کو کسی تعدیل کی حاجت

نہیں ہے جیسے چاروں ائمہ کرام (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل

رحمہم اللہ) اور احادیث کے مشہور ائمہ کرام یعنی سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام اوزاعی،

اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمہم اللہ یا ان جیسے اور مشہور ائمہ کرام حضرات۔

سوال: راوی کا ضبط معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: یہ اس طرح کہ ثقہ راویوں کے ساتھ اس کی اکثر موافقت ہو، اور مخالفت بہت کم

ہو، اور اگر کہیں خال خال مخالفت ہو تو پرواہ نہیں ہے، لیکن اگر ثقہ راویوں سے اس کی مخالفت

زیادہ ہو، تو یہ اس کے ضبط میں نقصان شمار ہوگا اور روایت اس کی استدلال کے قابل نہ ہوگی۔

سوال: اصول حدیث کی کتابوں میں لفظ ”جرح“ اور ”تعدیل“ کا بار بار ذکر آتا ہے

اس کا کیا مطلب ہے؟

۱۔ تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۳۵

۲۔ تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۳۶

جواب: جرح کا لفظ مصدر ہے جو لغت میں زخمی کرنے کے معنی میں آتا ہے، اور اصطلاح میں راوی کے عیوب کا ذکر جرح کہلاتا ہے جیسے حافظہ کی خرابی، عدالت کا نہ ہونا، تقویٰ کی کمی، ثقہ راویوں کی مخالفت اور اس پر جھوٹ کی تہمت لگانا۔

اور ”تعدیل“ بھی مصدر ہے اور لغت میں اس کا معنی یہ ہے کہ کسی کو عادل کہنایا کسی کی عدالت بیان کرنا، اور اصطلاح میں تعدیل کسی کی عدالت بیان کرنے اور راوی کی دیگر صفات جیسے ضبط و تقویٰ مروّت، اور ثقہ راویوں کے ساتھ موافقت ذکر کرنے کو کہا جاتا ہے۔ تو جرح اور تعدیل کا مطلب یہ ہوا کہ راوی کے ضعف (کمزوری) اور قوت کو بیان کرنا جس کی وجہ سے اس کی روایت یا توردد ہوتی ہے یا قبول ہوتی ہے، جرح اور تعدیل کے مستقل الفاظ و شرائط و مراتب اور احکام ہیں، اس چھوٹے سے رسالے میں ان تفصیلات کا ذکر کرنا مشکل ہے۔

سوال: غریب الحدیث کا کیا معنی ہے؟

جواب: غریب لغت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے عزیز واقارب سے دور ہو (جیسے مسافر) تو غریب الحدیث کا مطلب یہ ہوا کہ معنی اس کا مشہور نہ ہو۔ اور لوگ اس سے واقف نہ ہوں، اور اصطلاح میں غریب الحدیث، حدیث کے ان الفاظ کو کہا جاتا ہے جن کا معنی عیاں اور ظاہر نہ ہو۔

اور کم استعمال ہونے کی وجہ سے آدمی کو سمجھ نہ آئے۔ اس کی مثالیں حدیث کی کتابوں میں بے شمار ہیں۔

سوال: ”محکم الحدیث“ اور ”مختلف الحدیث“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: محکم لغت میں مضبوط کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں جو

مقبول ہو، اور دوسری حدیث اس جیسی اس کی مخالف نہ ہو، احادیث نبوی اکثر اسی طرح ہوتی ہیں۔

”مختلف الحدیث“ اس حدیث کو کہتے ہیں کہ دوسری مقبول حدیث کے مخالف ہو، اور اصطلاح میں اس مقبول حدیث کو کہتے ہیں جو دوسری مقبول حدیث کے مخالف ہو، اور دونوں کے درمیان علماء کے نزدیک تطبیق اور جمع ممکن ہو۔

مختلف الحدیث کی مثال: حدیث ”لا عدوی ولا طيرة“ جو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کی ہے، یہ مخالف ہے اس حدیث کے کہ ”فر من المجذوم کما تفر من الأسد“ جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے، اول حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی مرض متعدی نہیں ہے یعنی ایک سے دوسرے کو نہیں لگتا، اور دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جذام (ایک مرض ہے جس میں انسان کے بدن سے گوشت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں گرتا رہتا ہے، اردو میں اسے کوڑھ کہتے ہیں جو فساد خون کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مترجم غفر لہ ۱۲) متعدی مرض ہے۔

دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کرنے کا طریقہ: محدثین نے ان دونوں کے درمیان جمع اس طرح کیا ہے کہ ترمذی کی حدیث (کتاب القدر میں) ”لا یعدی شیئاً“ اور بخاری کی حدیث (کتاب الطب میں) ”فمن أعدی الاوّل (یعنی پہلے اونٹ پر خارش کس نے لگائی) سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدی ہونے کی نفی صحیح ہے (یعنی ایک سے دوسرے کو مرض نہیں لگتا) لیکن جذام کے مریض سے بچنے کا حکم اس لئے ہے کہ آدمی گناہ

۱۔ صحیح مسلم، باب لا عدوی ولا طيرة ۲۳۰/۲ قدیمی۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الجذام ۸۵۰/۲ قدیمی۔

۳۔ سنن ترمذی، ابواب القدر، باب ما جاء لا عدوی ولا طيرة ولا صفر ۳۶۲/۲ قدیمی۔

۴۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب لا صفر و هو داء یا خذا البطن ۸۵۲/۲ قدیمی۔

میں مبتلا نہ ہو جائے، یعنی اگر کوئی ایسے آدمی جو جذام کے مریض کے پاس ہو اور اس کو بھی مرض لگ جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آدمی یہ گمان کر لے کہ گویا اس بیمار کے پاس رہنے کی وجہ سے مجھ کو یہ بیماری لاحق ہو گئی، یہ شخص اس گمان کیساتھ گناہ گار ہو جائیگا، اس لئے کہ بیماری اور تندرستی دونوں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

سوال: ”مؤتلف“ اور ”مختلف“ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مؤتلف اور مختلف ان دو لفظوں کو کہتے ہیں جو ایک جیسے لکھے جاتے ہوں (یعنی کہ ایک دوسرے کے ساتھ الفت اور تعلق ہو) اور بولنے میں جدا جدا ہوں جیسے سلام (تخفیف کے ساتھ یعنی لام پر شد نہ پڑھنا) اور سلام (تشدید کے ساتھ یعنی لام کے شد کے ساتھ) اور عمار (عین کے زیر کے ساتھ) اور عمار (عین کے زبر کے ساتھ) اور بڑاز (دوزاء کے ساتھ) اور بڑار (زاء اور راء کے ساتھ)۔

سوال: ”متفق“ اور ”مفترق“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: دو یا دو سے زیادہ ایسے راوی کہ ان کے نام ایک جیسے ہوں، اور ان کے والدین کے ناموں میں فرق ہو، جیسے احمد بن منیر اور احمد بن عبد اللہ، یا ایسے راوی کہ ان کے اپنے اور والدین کے نام ایک جیسے ہوں اور داداؤں کے ناموں میں فرق ہو، جیسے خلیل بن احمد کہ اس نام کے کئی آدمی ہیں لیکن ان کے داداؤں کے ناموں میں فرق ہے، بالکل اسی طرح اگر کنیت (جیسے ابو عبد اللہ) میں ایک جیسے ہوں اور نام میں فرق ہو، یا ایک شہر یا علاقہ کی طرف نسبت (جیسے بصری یا کوفی یا شامی) میں ایک جیسے ہوں اور نام میں فرق ہو، یا ان کے لقب ایک جیسے ہوں، اور نام میں فرق ہو، ان تمام قسموں کو متفق و مفترق کہتے ہیں۔

سوال: ”متشابہ“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: متشابہ لغت میں اسے کہتے ہیں کہ معنی اور مطلب اس کا عیاں اور ظاہر نہ ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ راویوں کے نام یا ان کے والدین کے نام لکھنے میں ایک جیسے ہوں اور تلفظ اور بولنے میں فرق ہو یعنی جدا جدا ہوں جیسے محمد بن عقیل (عین کے پیش کے ساتھ) اور محمد بن عقیل (عین کے زبر کے ساتھ) شرح بن النعمان (شین کے پیش کے ساتھ) اور شرح بن النعمان (شین کے زبر کے ساتھ)، اول مثال میں راویوں کے نام ایک جیسے ہیں اور ان کے والدین کے نام ایک جیسے لکھے جاتے ہیں لیکن ان کے تلفظ (بولنے) میں فرق ہے، اسی طرح دوسری مثال میں راویوں کے والدین کے ناموں میں فرق نہیں ہے اور راویوں کے ناموں کے تلفظ (بولے جانے) میں فرق ہے لیکن ان کے لکھنے میں فرق نہیں ہے اس لئے کہ زبر اور زیر کا اعتبار نہیں ہے، اکثر لکھے جانے کے وقت میں گرتے ہیں۔

سوال: ”مہمل“ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مہمل لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جو چھوڑ دی گئی ہو اور ظاہر نہ ہو۔ اور اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ ایسے دو راویوں سے روایت کی جائے کہ نام ان کے ایک جیسے ہوں، یا ان کے والدین کے نام ایک جیسے ہوں یا ان کی کنیت ایک جیسی ہو اور یا ان کا لقب ایک جیسا ہو، اور ان دونوں میں فرق کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ہو،

جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے دو آدمیوں سے کہ دونوں کا نام احمد ہے، روایت کی ہے ایک احمد بن وہب ہے اور ایک احمد بن عیسیٰ ہے لیکن ان کے والد کی طرف سے نسبت نہیں کی ہے، ایسی صورت میں اگر دونوں راوی ثقہ ہوں تو خیر ہے، لیکن اگر دونوں یا ان میں ایک ضعیف ہو، تو

پھر اس میں ضرر ہے۔

دسواں باب

موضوع، انداز اور ترتیب کے لحاظ سے کتابوں کی اقسام کے بیان میں

سوال: موضوع اور اسلوب (انداز) اور ترتیب کے لحاظ سے کتابیں کتنی قسم پر ہیں؟

جواب: احادیث کے علماء نے موضوع اور ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے حدیث کی کتابیں درج ذیل قسموں پر تقسیم کی ہیں۔

(۱) جامع: محدثین کی اصطلاح میں جامع اس کتاب کو کہتے ہیں کہ احادیث کی

تمام قسمیں اس میں موجود ہوں، جیسے عقیدوں سے متعلق حدیث اور احکام و رقائق، کھانے پینے، سفر و قیام، تاریخ و سیر، فتن، تفسیر، مناقب اور عیوب سے متعلق احادیث۔

احادیث کے علماء نے ان آٹھ فنون میں سے ہر فن کے اندر الگ الگ اور جدا جدا

کتابیں لکھی ہیں، اور ہر ایک کے لئے خاص نام رکھا ہے جیسے ”علم التوحید والصفات“

اس میں عقائد سے متعلق احادیث ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ”کتاب

الاسماء والصفات“ کے نام کی کتاب لکھی ہے، اور اس میں عقائد سے متعلق احادیث

لائے ہیں، اور اسی طرح ”علم الآداب، علم التفسیر، علم السنن، علم المناقب

اور علم السیر“ ہیں جیسے کہ ”جامع الصحيح للبخاری“ اور ”جامع الترمذی“

آٹھوں فنون ان میں ذکر ہوئے ہیں۔

کسی نے یہ آٹھ فنون شعر میں جمع کئے ہیں۔

سیر و آداب، تفسیر و عقائد رقائق و اشراط، احکام و مناقب

(۲) مسند: محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ترتیب سے اس میں احادیث جمع کی گئی ہوں، خواہ حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا صحابی کے اول اسلام لانے کے اعتبار سے ہو، اور یا ہر ایک کے نسب اور شرافت کے اعتبار سے، جیسے مسند أحمد بن حنبل، مسند أبی یعلیٰ، مسند دارمی، مسند أبی حنیفہ، مسند شافعی اور مسند حمیدی۔

(۳) معجم: محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ احادیث کے شیوخ (اساتذہ) کی ترتیب سے ذکر کئے ہوں، خواہ پہلے وفات ہونے کے اعتبار سے ہو یا حروف تہجی کے اعتبار سے ہو اور یا علم اور تقویٰ کی فضیلت میں ایک جیسے ہونے کے اعتبار سے، لیکن اکثر حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے کہ طبرانی رحمہ اللہ کی تینوں معاجم (معجم کبیر، معجم صغیر، معجم اوسط) اور ”معجم اسماعیلی“۔

(۴) سنن: محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں جو فقہی ابواب پر مرتب ہو، یعنی طہارت و نماز و زکوٰۃ اور روزہ، آخر تک تمام ابواب اس میں ہوں، جیسے سنن نسائی، سنن أبی داؤد، سنن ابن ماجہ اور سنن بیہقی وغیرہ۔

(۵) جزء: محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ اس میں ایک آدمی کی احادیث یا ایک خاص موضوع سے متعلق احادیث جمع ہوں جیسے ”جزء حدیث أبی بکر“، ”جزء حدیث مالک“ یا ”جزء قراءة الفاتحة خلف الامام“، ”جزء رفع الیدین“ اور ”جزء الوتر“۔

(۶) رسالۃ: جامع میں جو آٹھ فنون ہیں جیسے کہ پہلے ذکر ہوئے، اگر ان آٹھ فنون

میں سے کسی ایک فن پر کتاب لکھ لی جائے، اس کو رسالہ کہا جاتا ہے، اس بارے میں حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے بہت سارے رسالے ہیں۔

(۷) اربعین: (چالیس حدیثیں) اگر ایک موضوع سے متعلق یا مختلف موضوعات سے متعلق، ایک سند کے ساتھ، یا کئی سندوں کے ساتھ چالیس/۴۰ احادیث جمع کریں، تو اسے اربعین کہا جاتا ہے، اور اس کی جمع ”اربعیات“ آتی ہے، امام نووی رحمہ اللہ کی اربعین سب سے زیادہ مشہور ہے۔

(۸) غرائب: محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ اس میں ایک شیخ (استاذ) کے تفردات جمع کئے گئے ہوں، یعنی یہ تفردات اس استاذ کے اور شاگردوں کے پاس نہ ہوں۔

(۹) العلل: علل ان کتابوں کو کہا جاتا ہے کہ اس میں حدیث کے متن یا حدیث کی سند کی علت بیان کی گئی ہو، جیسے ”کتاب العلل للامام الترمذی“ اور ”کتاب العلل لابن ابی حاتم“ اور ”کتاب العلل لیحییٰ بن معین“۔

(۱۰) أطراف: اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ محدث اس میں حدیث کے اول یا آخری حصہ کو ذکر کرے اور باقی چھوڑ دے، لیکن حدیث کی سند مکمل ذکر کرے جیسے ”تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف“ تالیف امام مرزی رحمہ اللہ۔

(۱۱) مستدرک: اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ اس میں احادیث ان سندوں کے ساتھ ذکر کی جائیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حجت پکڑی ہو، لیکن خود ان دونوں اماموں نے کسی مصلحت کی وجہ سے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں ذکر نہ کیا ہو، جیسے کہ حاکم کی

مستدرک، مگر یہ بات جانی ضروری ہے کہ مستدرک حاکم کی تمام حدیثیں بخاری اور مسلم کی شرط پر نہیں ہوتیں، اس وجہ سے حاکم کا کسی حدیث کو صحیح کہنے کا اس وقت تک اعتبار نہیں، جب تک امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تصدیق اور تائید نہ کی ہو۔

(۱۲) مستخرج: محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ ایک دوسری کتاب کی حدیثوں کو ثابت کرنے کے لئے لکھی جائے اور ترتیب، متن اور اسناد کے طرق میں اسی کتاب کا خیال رکھا جائے، لیکن اس کا مصنف اس سند میں مذکور نہ ہو، بلکہ اس مصنف کا شیخ یا اس کے شیخ کا ذکر ہوا ہو، جیسے ابو عوانہ کی مستخرج صحیح مسلم پر کہ صحیح ابی عوانہ بھی اسے کہا جاتا ہے اور اسماعیلی کی مستخرج صحیح بخاری پر، کہ صحیح اسماعیلی بھی اسے کہتے ہیں، اور ابو نعیم اصبہانی کی مستخرج صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں پر۔

سوال: احادیث کی شرح میں کس قسم کی شرح کرنے والوں پر اعتماد اور یقین کرنا چاہیے؟
جواب: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات جاننا ضروری ہے کہ احادیث کی شرحوں اور توجیہات میں رنگارنگ اور ہر قسم کے رطب و یابس (تراور خشک یعنی کمزور اور صحیح) سب کچھ آیا ہے اب ایسے حضرات کا پہچانا ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں ان پر اعتماد اور یقین ہو، اور ان کی کتابوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہو۔

شافعی علماء میں امام نووی، امام محی السنۃ البغوی، اور ابوسلیمان الخطابی رحمہم اللہ سب سے زیادہ معتمد ہیں، اور ان کی باتیں اس بارہ میں زیادہ کھری اور پکی ہیں۔ خصوصاً امام بغوی رحمہ اللہ کی ”شرح السنۃ“ فقہ حدیث اور حدیث کی مشکلات کے جوابات میں کافی و شافی ہے، جیسے کہ ”مصابیح“ اور ”مشکوۃ“ کی شرح بھی اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ کی شرح صحیح مسلم کی، اور خطابی رحمہ اللہ کی ابوداؤد کی شرح ”معالم السنن“ بھی بہت کام کی شرح

ہے۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ تمام حنفی علماء میں حدیث کی شرح میں اول نمبر پر ہیں اور ان کی کتاب ”معانی الآثار“ حنفیوں کی دستاویز ہے۔ اور ابن عبد البر تمام مالکی علماء میں آگے ہیں اور ان کی کتاب ”استذکار“ اور ”تمہید“ اس سلسلہ میں یادگار ہیں۔ اگر ان لوگوں کی کتابیں دستیاب ہو جائیں تو متاخرین علماء کی تشویش اور تکلفات سے آدمی بے غم ہو جائیگا۔

صحت اور شہرت کے اعتبار سے احادیث کی کتابوں کی اقسام

سوال: صحت، شہرت اور قبولیت کے اعتبار سے احادیث کی کتابیں کتنی قسم پر ہیں؟
جواب: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حدیث کی کتابوں کے چار طبقے (اقسام) ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی کتابیں صحت، شہرت اور قبولیت کے اعتبار سے چار اقسام پر ہیں۔

سوال: صحت اور شہرت اور قبولیت کا یہاں کیا مطلب ہے؟
جواب: (۱) صحت کا مطلب یہ ہے کہ مصنف نے اس بات کا خیال رکھا ہو کہ صحیح یا حسن حدیثیں ذکر کرے، اور اگر اس کے علاوہ اور حدیثیں ذکر کرے تو چاہئے کہ اس حدیث میں ضعف، غرابت، علت اور شذوذ کو بیان کرے، یعنی اگر ضعیف و غریب اور معلول حدیث لائے، اور ساتھ ساتھ اس کا حال بھی بیان کرے، تو خیر ہے۔

(۲) شہرت کا مطلب یہ ہے کہ محدثین ہر زمانہ میں اس کی روایت کرنے، ضبط کرنے، مشکل حل کرنے، اور تخریج کرنے میں مشغول ہوں، تاکہ اس میں کسی قسم کا اخفا اور پوشیدگی باقی نہ رہے۔

(۳) قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ احادیث کے ناقدین (کھرا اور کھوٹا پرکھنے

والے) اس کتاب پر اعتماد کرتے ہوں اور اس پر رد نہ کرتے ہوں اور احادیث کے احوال بیان کرتے ہوئے مصنف کے حالات بھی بیان کرتے ہوں، اور فقہاء ان احادیث سے استدلال پکڑتے ہوں بغیر کسی اختلاف اور انکار کے۔

اول طبقہ: اس طبقہ میں احادیث کی تین کتابیں ہیں۔

(۱) مؤطا امام مالکؒ (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم، قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے ”مشارق الانوار“ کے نام سے ایک کتاب ان تینوں کتابوں کے لئے شرح لکھی ہے اور یہی ”مشارق الانوار“ ان تینوں کی شرح کے لئے کافی ہے۔

ان تینوں کتابوں کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت: ان تینوں کتابوں کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت یہ ہے کہ مؤطا، صحیحین کے لئے بنیاد ہے، اگرچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مؤطا سے کئی گنا زیادہ حدیثیں ہیں۔ لیکن پھر بھی احادیث کی روایت کا طریقہ، راویوں کی تمیز و اعتبار اور استنباط کا منبع مؤطا ہے۔ نیز صحیحین کی بہت سارے لوگوں اور تمام علماء نے خدمت کی ہے، خلاصہ یہ کہ ان تینوں کتابوں کی احادیث تمام احادیث سے زیادہ صحیح ہیں، مزید یہ کہ ان تینوں کتابوں میں بعض احادیث بعض احادیث سے زیادہ صحیح ہیں، لہذا ان تینوں کتابوں کو اول طبقہ میں رکھنا چاہئے۔

دوئم طبقہ: وہ احادیث کہ تینوں صفات (صحت، شہرت اور قبولیت) میں صحیحین کی احادیث تک نہ پہنچتی ہوں لیکن ان صفات میں صحیحین کے نزدیک ہوں، وہ جامع الترمذی، اور سنن ابی داؤد، اور سنن نسائی کی احادیث ہیں، اس لئے کہ ان کتابوں کے مصنفین ثقہ ہونے، حفظ و ضبط اور حدیث کے فنون میں مہارت کے اندر مشہور ہیں، اور اپنی ان کتابوں

میں کوئی تسامح اور تساہل نہیں کیا ہے۔ بلکہ جتنا ہو سکتا تھا ہر حدیث کا حال اور علت کو بیان کیا ہے، ان چھ/۶ کتابوں کو ”صحاح ستہ“ کہا جاتا ہے۔ اور ابن الاثیرؒ نے ”جامع الاصول“ میں ان چھ کی چھ کتابوں کو جمع کیا ہے اور غریب حدیث کی شرح، مشکلات کی تحلیل اور رجال کے احوال کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ اور حدیث کے دیگر متعلقات بھی ذکر کئے ہیں، سنن ابن ماجہ کو ”صحاح ستہ“ میں شمار نہیں کیا اور مؤطا کو چھٹا شمار کیا ہے، تو یہ صحیح کام کیا ہے، والحق معہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ”مسند احمد“ اور ”سنن ابن ماجہ“ کو بھی دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔

سوئم طبقہ: وہ احادیث کہ بخاری اور مسلم کے زمانے سے پہلے کے علماء یا ان کے زمانے کے علماء یا ان کے بعد کے علماء نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہوں اور صحت کا خیال نہ رکھا ہو، اور یہ کتابیں شہرت اور قبولیت میں اول یا دوم طبقہ تک نہ پہنچی ہوں، اگرچہ ان کتابوں کے مصنفین علم حدیث میں تبحر (زیادہ مہارت والا)، ثقہ ہونے، عدالت اور ضبط سے باوصف تھے، ان کی کتابوں میں حدیث حسن، صحیح اور ضعیف بلکہ ایسی حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں کہ جن پر وضع (جھوٹے ہونے) کی تہمت لگی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کے رجال (رِوَاۃ) بعض عدالت سے موصوف ہوتے ہیں، بعض مستور ہوتے ہیں اور بعض مجہول، ان احادیث کے زیادہ حصہ پر فقہاء کا عمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف اجماع ہوا ہوتا ہے، ان کتابوں میں خود بھی فرق ہے، بعض بعض سے زیادہ قوی ہیں۔

سوئم طبقہ کی کتابیں: ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔ مسند امام شافعیؒ،

سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند ابی یعلیٰ موصلی، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابی بکر بن شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند ابی داؤد طیالسی، سنن دارقطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، بیہقی کی کتابیں، طحاوی کی کتابیں، اور طبرانی کی تصانیف۔

چہارم طبقہ: وہ حدیثیں کہ گزشتہ زمانوں میں ان کا نام و نشان نہ تھا اور متاخرین (بعد کے محدثین) نے روایت کی ہوں، یہ احادیث دو حال سے خالی نہیں ہوتیں، یا تو سلف (گزرے ہوئے محدثین) نے ان کو ڈھونڈا تھا لیکن ان کی کوئی اصل ہاتھ نہیں آئی تھی کہ ان کو روایت کرتے، یا ان کا کوئی اصل پا گئے تھے لیکن کوئی علت اور اعتراض ان میں دیکھا تھا اور جسکی وجہ سے ان کو روایت نہ کر سکے۔ دونوں صورتوں میں یہ احادیث اس قبیل سے نہیں ہیں کہ ان سے کوئی عقیدہ یا کوئی عمل ثابت کیا جاسکے۔ اس قسم کی احادیث محدثین نے بہت ساری ذکر کی ہیں اور ان کتابوں کے طرق کی زیادتی کی وجہ سے، انہیں دھوکہ لگا اور تواثر کا حکم ان پر لگا دیا، اور یقین اور قطعیت کے لئے ان حدیثوں سے دلیل پکڑی، اور اول، دوم اور سوم طبقہ کے خلاف ایک مذہب بنادیا، اس قسم کی حدیثوں میں بہت زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں، یہاں ان میں سے کچھ کتابیں شمار کرتا ہوں۔

چہارم طبقہ کی کتابیں: اس طبقہ کی کچھ کتابیں یہ ہیں۔

”کتاب الضعفاء“ ابن حبان کی، حاکم کی تصانیف، ”کتاب الکامل“ ابن

عدی کی، ابن مردویہ کی کتابیں، ”کتاب الضعفاء“ عقیلی کی، خطیب کی تصانیف، ابن

شاہین کی تصانیف، ابن جریر کی تفسیر، دیلمی کی ”فردوس“، ابو نعیم کی تصانیف، جوزقانی کی

تصنیفات، ابن عساکر کی تصانیف، ابوالشیخ اور ابن نجار کی تصانیف۔

تساہل اور وضع (جھوٹ) درج ذیل موضوعات میں زیادہ واقع ہوا ہے:

مناقب (کسی کی تعریف کرنا) و مثالب (کسی کے عیوب بیان کرنا) تفسیر و شان نزول، تاریخ بنی اسرائیل کے حالات، گزشتہ پیغمبروں کے قصوں، کربلا کے واقعات، کھانے پینے اور جانوروں کے حالات، طب (علاج)، رقی (دم کرنا)، عزائم (رخصت کی ضد)، دعاؤں اور نوافل کے ثواب میں اس قسم کی احادیث آئی ہیں۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”موضوعات“ میں اس قسم کی حدیثوں پر اکثر اعتراض کیا ہے اور ان کو کمزور ثابت کیا ہے اور ان کے جھوٹے ہونے پر دلائل کئے پیش ہیں۔ اور کتاب ”تنبیہ الشریعة“ اس قسم کی احادیث کے رد کے لئے پوری (کافی) ہے۔ اور اکثر عجیب عجیب مسائل جیسے پیغمبر علیہ السلام کی والدہ اور والد صاحب کے اسلام کے بارے میں، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پاؤں پر مسح کی روایتیں، اور اسی طرح اور عجیب عجیب روایات ان گزشتہ ذکر شدہ کتابوں میں پائی جاتی ہیں، علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی تصانیف اور رسالوں کی بنیاد بھی انہی کتابوں پر ہے، پھر بھی اگر کوئی ان کتابوں سے استفادہ (فائدہ لینے) کا شوق رکھتا ہو، تو چاہئے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کی ”میزان الاعتدال“ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ”لسان المیزان“ کو ان کتابوں کے رجال (رواة) کا حال معلوم کرنے کے لئے سامنے رکھے۔ اور ان کتابوں کی غریب حدیث کی شرح مشکلات اور توجیہات و جوابات کے لئے شیخ محمد طاہر گجراتی کی ”مجمع البحار“ کافی ہے۔

حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے جھوٹا ہونے کی نشانیاں
سوال: حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے جھوٹا ہونے کی علامات اور نشانیاں کتنی
چیزیں ہیں؟

جواب: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے گیارہ ذکر کی ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ
جان لو کہ پہلی نشانی یہ ہے کہ مشہور تاریخ سے خلاف ہو، جیسے یہ کہ ”عبداللہ بن مسعودؓ نے
صفین کی جنگ میں اس طرح فرمایا“ اور حال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ،
حضرت عثمانؓ کی خلافت کے وقت میں فوت ہوئے ہیں، اس قسم کے جھوٹ اور
موضوعات ذرا سا غور و فکر سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

دوسری نشانی یہ کہ راوی رافضی (شیعہ) ہو، اور صحابہ کرام کے طعن (اعتراض
کرنے) میں حدیث روایت کرے، یا ناصبی (حضرت علیؓ کے مخالفین) ہو اور اہل بیت کے
طعن میں حدیث روایت کرے، علیٰ ہذا القیاس یعنی ہر مذہب والا دوسرے مذہب کے
خلاف روایت کرے۔

تیسری نشانی یہ کہ ایسی چیز روایت کرے کہ تمام مصنفین پر اس کا پہچانا اور اس پر
عمل کرنا فرض ہو، اور پھر صرف ایک فرد، اسے روایت کرے، تو یہ اس حدیث کے جھوٹ
ہونے پر مضبوط قرینہ (دلیل) ہے۔

چوتھی نشانی یہ کہ وقت اور قرینہ اس کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتے ہوں، جیسے
غیاث بن میمون کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ مہدی کی مجلس میں گئے،
خلیفہ اس وقت کبوتر اڑانے میں مشغول تھے، غیاث نے یہ روایت بیان کی ”لا سبق الا
فی خف أو نعل أو حافر أو جناح“ اصل میں ”جناح“ کا لفظ نہ تھا، غیاث نے یہ لفظ

خلیفہ کو خوش کرنے کے لئے اس میں زیادہ کیا۔

پانچویں نشانی یہ کہ عقل اور شریعت کے تقاضوں کے مخالف ہو، اور شریعت کے قاعدے اور اصول اس کی تکذیب کرتے ہوں، یعنی جھوٹ سمجھتے ہوں، جیسے قضاء عمری کی حدیثیں ہیں، یا اس جیسی اور روایات جیسے ”لا تأکلوا البطیخ حتی تذب حوها“۔

چھٹی نشانی یہ کہ حدیث میں کسی ایسے قصے کا ذکر ہو کہ دیکھنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہو، اور حسی اور واقعی ہو، اور اگر کہیں یہ قصہ سچ ہوتا تو بے شمار لوگ اس کو نقل کر چکے ہوتے، جیسے کہ کوئی ایسے روایت کرے کہ جمعہ کے دن خطیب منبر پر بیٹھا ہوا تھا، لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور کھال اس کی اتار دی اور حال یہ ہے کہ اس کا روایت کرنے والا صرف ایک آدمی ہو، دوسرا کوئی اس کو روایت نہ کرتا ہو۔

ساتویں علامت یہ کہ لفظ و معنی کی رکاکت (کمزوری) اس حدیث کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتی ہو، جیسے اس طرح روایت کرے کہ وہ عربیت (صرف ونحو وغیرہ) کے قاعدوں کے مطابق صحیح نہ بنتی ہو، یا اس کا معنی ایسا ہو کہ وہ نبوت کی شان اور عظمت کے مناسب نہ ہو۔

آٹھویں علامت، چھوٹے گناہ پر بہت سخت وعید (دھمکی) یا معمولی سے عمل پر بہت بڑا وعدہ ہو گیا، جیسے ”من صلی رکعتین فلہ سبعون الف دار وفی کل دار سبعون الف بیت وفی کل بیت سبعون الف سریر وفی کل سریر سبعون الف جارۃ“ اس قسم کی حدیثیں ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے، جھوٹ ہیں۔

نویں یہ کہ معمولی عمل پر عمرہ اور حج کے ثواب کا ذکر اس میں ہو (جیسے فضائل کی

کتابوں میں ہوتا ہے۔

دسویں یہ کہ کسی کام پر پیغمبروں کے برابر ثواب کا اس میں ذکر ہو، یعنی اگر کسی نے یہ کام کیا تو پیغمبر جتنا ثواب اس کو مل جائیگا یا یہ کہ ستر پیغمبروں کا ثواب اس کو ملے گا، یا اس میں ایسے مرتبے کا ذکر ہو کہ پیغمبر کے مرتبے سے زیادہ، یا اس کے برابر ہو۔

گیارہویں یہ کہ اپنی زبان سے یہ اقرار کر لے کہ میں نے اپنی طرف سے حدیثیں بنائی ہیں، جیسے نوح بن ابی عصمہ نے قرآن مجید کی سورتوں کے بارہ میں اپنی طرف سے حدیثیں بنائی تھیں اور خوب انہیں مشہور کیا اور پھیلا دیا تھا، جیسا کہ تفسیر بیضاوی کے ہر سورت کے آخر میں ذکر ہیں، اور جب نوح بن عصمہ سے ان حدیثوں کی سند کے بارے میں پوچھا گیا، تو اس نے اقرار کیا کہ ان حدیثوں کے بنانے میں میرا اچھا ارادہ تھا (یعنی میں نے نیک ارادہ سے بنائی ہیں) اور وجہ اس کی یہ تھی کہ لوگ دیگر علوم میں مشغول تھے اور قرآن سے غافل تھے، میں نے ان کی ترغیب اور قرآن کریم کے نزدیک کرنے کے لئے یہ حدیثیں بنائیں، تاکہ قرآن مجید کے علوم حاصل کریں اور اس کی تلاوت میں مشغول ہو جائیں۔ اور حال یہ ہے کہ اس کا یہ عذر گناہ سے بھی زیادہ بدتر ہے، اس لئے کہ قرآن مجید کی فضیلت میں صحیح حدیثیں موجود ہیں، اور لوگوں کی ترغیب کے لئے کافی ہیں، بالکل اسی طرح تمباکو، قہوہ اور حقہ کے بارے میں زیادہ حدیثیں اپنی طرف سے بنائی گئی ہیں اور الفاظ اور معانی کی رکاکت (کمزوری) ان کی ظاہر ہے۔

گیارہواں باب

تخریج کا مطلب اور اس کی کتابوں کے بیان میں

سوال: ”تخریج“ کا لفظ درس و تدریس کے دوران اکثر استعمال ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: (۱) تخریج لغت میں دو متضاد چیزوں کے ایک جگہ جمع ہونے کو کہتے ہیں، جیسے قاموس (لغت کی کتاب ہے) والا کہتا ہے ”عام فیہ تخریج خصب و جذب“ یعنی وہ سال کہ اس میں دو چیزیں ارزانی اور قحط سالی جمع ہو جائیں۔ ”وارض مخرجه نبثا فی مکان دون مکان“ یعنی زمین کہ جس کے ایک طرف خاشاک و گھاس ہو، اور دوسری طرف نہ ہو۔ ”خرج اللوح تخریجاً کتب بعضاً وترک بعضاً“ یعنی تختی کے کچھ حصہ پر لکھ لیا اور باقی کو چھوڑ دیا۔ ”والخرج لونان من بیاض و سواد“ اور خرج کالے اور سفید دونوں رنگوں کو کہا جاتا ہے۔

(۲) تخریج استنباط کے معنی میں بھی آیا ہے جیسے کہ قاموس میں ہے۔ ”الاستخراج والاخراج الاستنباط“ یعنی استخراج، اختراج اور استنباط کے معنی بھی آتا ہے۔ تفعیل سے بھی اسی معنی میں آتا ہے، اور تجربہ اور مشق کے معنی بھی آتا ہے۔ قاموس میں ہے۔ ”خرجه فی الادب فتخرج“ یعنی اس کو ادب کی مشق کرائی تو اس نے ادب سیکھ لی، اور ”خریج“ کہا جاتا ہے مفعول کے معنی میں، اور اس کو کہا جاتا ہے کہ علم اور ہنر اس نے سیکھا ہو، اور یہ ظاہر بات ہے کہ علم اور ہنر بغیر مشق کے حاصل نہیں ہوتے۔

(۳) توجیہ (مسئلہ کی وجہ اور علت بیان کرنے) کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے ”خرج المسئلة ای بین لها وجهاً“ اور فقہاء کی ایک جماعت کو ”اصحاب التخریج“ کہا جاتا ہے، وہ اسی وجہ سے کہ مجتہدین نے جو مسائل غیر مدلل (دلیل کے ذکر کئے بغیر) بیان کئے ہیں، یہ حضرات ان کی وجہ اور علتیں یعنی ان کی نقلی اور عقلی دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ اور ”مخرج“ نکلنے اور ظاہر ہونے کی جگہ کو کہا جاتا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے ”هذا مخرجه“ اور محدثین کے اس قول ”هذا حدیث عرف مخرجه“ ای موضع خروجہ، کا بالکل یہی مطلب ہے۔ اور ”حدیث عرف مخرجه“ مطلب حدیث کی ”سند“ اور ”رواۃ“ ہیں کہ ان کے طریق سے یہ حدیث ظاہر ہوئی ہے، جیسے کہا جاتا ہے ”آخرجه البخاری“ بالکل اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے مخرج کو ظاہر کیا حدیث کی سند کے ذکر کیساتھ، تو معلوم ہوا کہ ”مخرج“ حدیث کے راوی اور رجال ہیں کہ حدیث کی سند بھی ان کو کہا جاتا ہے، کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ ”اخراج اور تخریج“ محدثین کے نزدیک ایک معنی میں استعمال ہوتا ہے، یعنی مخرج یعنی رواۃ ذکر کرنا۔

احادیث کے علماء نے تخریج کو تین معنوں میں استعمال کیا ہے

۱..... کتاب کے ذریعہ لوگوں کو حدیث ظاہر کرنا، ابن الصلاح رحمہ اللہ اپنی کتاب ”علوم الحدیث“ میں فرماتے ہیں ”وللعلماء بالحدیث فی تصنیفہ طریقتان، احداہما التصنیف علی الأبواب وهو تخریجه علی احکام الفقہ وغیرھا“ (ص/۲۲۸) ابن الصلاح رحمہ اللہ کے اس قول میں ”تخریج“ سے لوگوں کے لئے فقہی احکام ہیں یا اور

کچھ احکام ہوں اس میں، اس کے لحاظ کے ساتھ روایت کرنا مراد ہے۔

۲..... کتاب کی احادیث نکالنا اور اسی کتاب کی طرف ان کی نسبت کرنا، جیسے علامہ سخاوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”فتح المغیث“ میں فرماتے ہیں ”والتخریج اخراج المحدث الأحادیث من بطون الاجزاء والمشیخات والکتب ونحوها وعزوها الی من رواها من أصحاب الکتب والدواوین“۔

۳..... حدیث کا اصل مرجع اور جس کتاب سے یہ حدیث لی گئی ہے اس کی طرف نسبت کرنا، جیسے کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”فیض القدر“ میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے اس قول ”وبالغت فی تحریر التخریج“ کے تحت لکھتے ہیں ”بمعنی اجتهدت فی تہذیب عزو الأحادیث الی مخرجیہا من أئمة الحدیث من الجوامع والسنن والمسانید فلا اعزو الی شیء منها الا بعد التفتیش عن حاله وحال مخرجیه ولا اکتفی بعزوہ الی من لیس من أهله“ یعنی میں نے یہ کوشش کی ہے کہ احادیث کی، حدیث کے ان علماء کی طرف نسبت کروں، جنہوں نے یہ حدیثیں جمع کی ہیں، خواہ یہ مصنفین جوامع کے مصنفین ہوں، یا سنن اور مسانید کے، اور نسبت تب کرتا ہوں جب اس مصنف اور حدیث کے راوی کے بارے میں خوب تفتیش کر لوں، اور جو لوگ اس فن (حدیث) کے ماہر نہیں ہیں، ان کی طرف نسبت نہیں کرتا۔

تخریج کا اصطلاحی مطلب

آج کل تخریج کے جس اصطلاحی مفہوم کے بارے میں بحث کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث سند کے ساتھ نقل کرنا، پھر اس کے بارے میں یہ بتانا کہ یہ حدیث کونسی کتاب

میں ہے، اور اگر ضرورت ہو تو حدیث کا مرتبہ (کہ ضعیف ہے یا کہ قوی) بیان کرنا، حدیث کے مأخذ سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں حدیث پائی جاتی ہے، (یعنی حدیث ہی کے فن میں لکھی گئی ہوں) جیسے کہ کہا جاتا ہے ”أخرجہ البخاری فی صحیحہ“ یا ”أخرجہ الطبرانی فی معجمہ“ یا ”أخرجہ مالک فی مؤطاہ“، احادیث کے بارے میں راہنمائی کے لئے جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں شرط یہ ہے کہ وہ مصنفات احادیث کے جمع کرنے کیلئے تصنیف کی گئی ہوں نہ کہ دوسرے علوم کیلئے تصنیف کی گئی ہوں اور ضمناً ان (کتابوں جن کو دوسرے علوم کیلئے لکھا گیا ہے) میں کوئی حدیث آئی ہو اس قسم کے مؤلفات اصلی مأخذ نہیں بن سکتے۔

احادیث کی تخریج کے لئے لکھی گئی مشہور کتابیں

سوال: احادیث کی تخریج کے لئے جو کتابیں لکھی گئیں ہیں، کون کونسی ہیں؟
جواب: احادیث کے علماء نے حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں، ان میں جو مشہور ہیں وہ یہاں ذکر کرتا ہوں۔

(نوٹ): بین القوسین (یعنی بریکٹ) میں اصل کتاب جس کی تخریج کی گئی ہے، کے مصنف کا نام ہے۔

۱..... تخریج احادیث ”المہذب“ (جو کہ ابوالحق شیرازی کی کتاب ہے)
محمد موسیٰ الحامزی رحمہ اللہ المتوفی ۵۸۴ھ نے لکھی ہے۔

۲..... تخریج احادیث ”المختصر الكبير“ (از ابن حابط رحمہ اللہ)

تالیف محمد بن أحمد بن عبد البہادی المقدسی رحمہ اللہ ۷۴۲ھ۔

۳..... نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الهدایۃ (از شیخ مرغینانی رحمہ اللہ)

تالیف عبد اللہ بن یوسف الزلیعی رحمہ اللہ ۷۶۲ھ۔

۴..... تخریج أحادیث الکشاف (از زحیری رحمہ اللہ) تالیف حافظ زلیعی رحمہ اللہ۔

۵..... البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والآثار الواقعة فی

الشرح الكبير (از رافعی) تالیف عمر بن علی الملقن ۸۰۳ھ۔

۶..... المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار فی تخریج ما فی

الاحیاء من الآثار ، تالیف عبد الرحیم بن الحسین العراقی رحمہ اللہ ۸۰۶ھ۔

۷..... تخریج الاحادیث التي يشير اليها الترمذی فی کل باب

”وفی الباب“ تالیف حافظ عراقی رحمہ اللہ۔

۸..... كشف النقاب عما يقوله الترمذی وفی الباب ، تالیف مولانا

الدكتور حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ المتوفی ۱۴۱۸ھ۔

۹..... التلخیص الحبر فی تخریج أحادیث شرح الوجیز الكبير

(للرافعی رحمہ اللہ) تالیف أحمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ۔

۱۰..... الدراية فی تخریج أحادیث الهدایۃ ، تالیف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ۔

اس بات سے باخبر ہونا چاہئے کہ ”درايہ“ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی

کوئی مستقل تالیف اور تصنیف نہیں ہے، بلکہ یہ امام زیلعی رحمہ اللہ کی

”نصب الرایۃ“ کا خلاصہ ہے، (یہ دونوں) باہمی اتنا فرق رکھتی ہیں کہ زیلعی

رحمہ اللہ نے جو حدیثیں حنفی مذہب اور ہدایہ کے مصنف کی تائید میں ذکر کی

ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انہیں صاف حذف کر دیا، یا پھر چھوڑ دیا (یعنی ذکر نہیں کیا)، اور شافعی مذہب کی تائید کے لئے احادیث اور آثار لائے ہیں، امام زیلعی رحمہ اللہ نے جو ”احادیث الخصوم“ کے عنوان سے یعنی جانب مقابل کی حدیثیں ذکر کی تھیں حافظ صاحب نے انہی کو اصل ٹھہرا دیا ہے۔ فسامح اللہ عنہ۔

..... تحفة الراوی فی تخریج أحادیث البیضاوی، تالیف

عبدالرؤف بن علی المناوی رحمہ اللہ ۱۰۳۱ھ

بارہواں باب

راویوں کے طبقوں اور مرتبوں کے بارے میں

سوال: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”تقریب التہذیب“ میں راویوں کے لئے ضعف اور قوت کے اعتبار سے جو مرتبے ذکر کئے ہیں وہ کون کون سے ہیں؟

جواب: حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں راویوں کے بارہ/۱۲ مرتبے ذکر کئے ہیں، اور وہ یہ ہیں۔

(۱) پہلا مرتبہ: صحابہ کرام کا ہے، اسماء الرجال کی کتابوں میں برکت کے لئے ذکر ہوئے ہیں، اور ان کی صحابیت کی تصریح ہوئی ہے (ان پر جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ ”الصحابة کلہم عدول“ اتفاقی بات ہے، مترجم غفرلہ ۱۲)

(۲) دوسرا مرتبہ: یہ وہ راوی ہیں کہ اسم تفضیل یعنی ”افعل“ کے صیغہ کے ساتھ ان کی مدح اور تعریف ہوئی ہو۔ جیسے ”أوثق الناس“ الفاظ میں ان کی صفت مکرر (تکرار کے ساتھ) ذکر ہوئی ہو جیسے ”ثقة ثقة“ یا ان کی صفت معنی کے اعتبار سے مکرر ذکر ہوئی

ہو، جیسے ”ثقة حافظ“۔

(۳) تیسرا مرتبہ: وہ راوی ہیں کہ تعریف میں ان کی ایک صفت ذکر ہوئی ہو، جیسے ”ثقة“ یا ”متقن“ یا ”ثبت“ یا ”عدل“۔

(۴) چوتھا مرتبہ: وہ رواۃ کہ تیسرے مرتبے کے راویوں سے ان کا مرتبہ کم ہو، اور ”صدوق“ یا ”لابأس بہ“ یا ”لیس بہ بأس“ کے ساتھ ان کی طرف اشارہ ہوا ہو۔

(۵) پانچواں مرتبہ: وہ رواۃ کہ چوتھے مرتبے کے راویوں سے ان کا مرتبہ کم ہو، اور ”صدوق سیئی الحفظ“ یا ”صدوق یہم“ یا ”ولہ اؤہام“ یا ”یخطنی“ یا ”تغیرہ بآخرہ“ سے ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔ اور ان کے ساتھ وہ راوی بھی ملحق ہیں کہ جن پر کسی بدعت کی تہمت لگی ہوئی ہو، جیسے شیعہ ہونا یا قدری ہونا، یا ناصبی ہونا، یا مرجعہ اور یا جہمی ہونا۔

(۶) چھٹا مرتبہ: وہ راوی کہ ان سے بہت کم روایات ہوئی ہوں، لیکن ایسی بات ان میں نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ان کی حدیث چھوڑ دی جائے، اب اگر اس کا متابع موجود ہو تو ”مقبول“ کے ساتھ اور اگر متابع اس کا نہ ہو تو ”لین الحدیث“ کے ساتھ اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۷) ساتواں مرتبہ: وہ راوی کہ روایت تو ان سے بہت لوگوں نے کی ہو، لیکن توثیق ان کی نہ ہوئی ہو (یعنی کسی نے ان کو ثقہ نہ کہا ہو) ان کی طرف ”مستور“ اور ”مجہول الحال“ کے لفظ سے اشارہ ہوتا ہے۔

(۸) آٹھواں مرتبہ: وہ راوی کہ کسی معتبر آدمی سے ان کی توثیق ذکر نہ ہوئی ہو، (کسی معتبر محدث نے ان کو ثقہ نہ کہا ہو) لیکن ضعیف کا اطلاق ان پر ہوا ہو (یعنی کسی نے ان کو ضعیف کہا ہو)، اگرچہ ان کے ضعیف ہونے کی وجہ مبہم (پوشیدہ) ہو، ان کی طرف ’ضعیف‘ کے لفظ سے اشارہ ہوتا ہے۔

(۹) نواں مرتبہ: وہ راوی کہ نہ ایک آدمی سے زیادہ کسی نے ان سے روایت کی ہو، اور نہ ہی ان کی کسی نے توثیق کی ہو، ان کی طرف ’مجہول‘ کے لفظ سے اشارہ ہوتا ہے۔

(۱۰) دسواں مرتبہ: وہ راوی کہ کسی نے ان کی توثیق نہ کی ہو بلکہ کسی عیب کی وجہ سے ان کو ضعیف کہا گیا ہو، ان کا ’متروک الحدیث‘ یا ’واہی الحدیث‘ یا ’ساقط‘ کے لفظ سے اشارہ ہوتا ہے۔

(۱۱) گیارہواں مرتبہ: وہ رواۃ کہ ان پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگی ہوئی ہو۔

(۱۲) بارہواں مرتبہ: وہ راوی کہ ان کے بارے میں ’کذب‘ اور ’وضع‘ کا لفظ استعمال ہوا ہو، یعنی جھوٹ بولنے اور اپنی طرف سے حدیث بنانے میں مشہور ہوں۔

فائدہ: راویوں کے مرتبوں کے بیان کے ضمن میں تعدیل اور جرح کے الفاظ بھی معلوم ہو گئے، جیسے ’ثقة ثقة‘ یہ ’ثقة‘ سے زیادہ قوی ہے، اور ’ثقة حافظ‘، ’ثقة‘ کے ساتھ مرتبہ میں برابر ہے۔ اور ’صدوق‘، ’لابأس بہ‘ اور ’لیس بہ بأس‘، ’ثقة‘ کے مرتبے سے کم ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ’کذب‘ اور ’وضع‘ کے الفاظ ’متہم بالکذب‘ سے زیادہ سخت ہیں، اور ’واہی الحدیث‘ کا لفظ ’مجہول‘ کے لفظ سے

زیادہ سخت ہے، اور ”ضعیف“ کا لفظ ”مستور“ اور ”مجہول الحال“ کے لفظ سے زیادہ سخت ہے۔

سوال: راویوں کے طبقات کتنے ہیں؟

جواب: طبقات بارہ قسم پر ہیں اور تفصیل ان کی یہ ہے۔

(۱) پہلا طبقہ: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طبقہ ہے باوجودیکہ ان کے مرتبوں میں ایک دوسرے سے فرق ہے۔

(۲) دوسرا طبقہ: کبار تابعین جیسے سعید بن المسیب رحمہ اللہ وغیرہ۔

(۳) تیسرا طبقہ: تابعین کا درمیانہ طبقہ، جیسے ابن سیرین اور حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۴) چوتھا طبقہ: یہ تیسرے طبقے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، اکثر روایات ان کی کبار تابعین سے ہوتی ہیں، جیسے زہری اور قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۵) پانچواں طبقہ: صغار تابعین کہ ایک یا دو صحابہ کو دیکھا ہو اور (ان تابعین میں سے بعض کا صحابہ کرام سے سماع ثابت نہ ہو، جیسے اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۶) چھٹا طبقہ: پانچویں طبقے کے ساتھ معاصر ہوں (زمانہ ان کا ایک ہو) لیکن ملاقات ان کی ایک صحابی کے ساتھ بھی ثابت نہ ہو، جیسے ابن جریج وغیرہ۔

(۷) ساتواں طبقہ: کبار اتباع تابعین، جیسے امام مالک، امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۸) آٹھواں طبقہ: تبع تابعین کا درمیانہ طبقہ، جیسے ابن عیینہ اور ابن علیہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۹) نواں طبقہ: صغار تبع تابعین، جیسے یزید بن ہارون، امام شافعی، ابو داؤد الطیالسی اور عبدالرزاق رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۱۰) دسواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والوں کا بڑا طبقہ، کہ تابعین کے ساتھ ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو، جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۱۱) گیارہواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والوں کا درمیانہ طبقہ، جیسے محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاری رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۱۲) بارہواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والوں کا چھوٹا طبقہ، جیسے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

سوال: مرتبوں اور طبقات کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: مرتبے جرح و تعدیل اور ضعف و قوت کے اعتبار سے ہوتے ہیں، اور طبقے خیر القرون (یعنی زمانے) کے اعتبار سے ہوتے ہیں، کہ کون سا راوی صحابہ کرام سے متعلق ہے اور کون سا تابعین کے ساتھ، اور کون سا تبع تابعین کے ساتھ، خواہ وہ چھوٹے طبقے سے ہو، یا درمیانے سے یا بڑے سے، یا اس کا تبع تابعین کے شاگردوں کے ساتھ تعلق ہو۔

خاتمہ

محدث اور حدیث شریف کے طالب کے آداب کے بیان میں

محدث کے آداب میں

۱..... مستحب یہ ہے کہ محدث کی عمر چالیس سال تک پہنچی ہوئی ہو، اس لئے کہ اس عمر میں بدنی اور روحانی قوتیں تمام جمع ہو چکی ہوتی ہیں، اور عقل پختہ ہو چکی ہوتی ہے۔ پیغمبر علیہ السلام بھی جب چالیس سال کے ہوئے تو انہیں نبوت ملی، لیکن ابن الصلاح رحمہ اللہ ”علوم الحدیث ص ۳۴۶ طبع جدید میں فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر کی شرط اس کے لئے ہے کہ حدیث کے علم میں اس کا اچھا تجربہ نہ ہو۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ جب کبھی حدیث کے بیان کرنے کی قوت اس میں پیدا ہو جائے، اور لوگوں کی اس کی طرف حاجت ہو، تو جوان ہونے کے باوجود اس کو چاہئے کہ بیان کر دے۔ دیکھئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جوان تھے اور احادیث کا بیان کرنا شروع کر دیا تھا، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی جوانی (ہی) میں شرعی علوم کا پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ محدث کے لئے سب سے پہلے جو چیز لازم اور ضروری ہے، وہ اخلاص، صاف نیت اور تقویٰ ہے۔

۲..... جب اتنے بڑھاپے تک پہنچ جائے کہ حافظہ اس کا کام نہ دے رہا ہو، اور حدیث کے متنوں کا اختلاط (خلط ملط ہونے) اور سندوں کے گڈمڈ ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے، تو چاہئے کہ تدریس سے ہاتھ اٹھالے، اور یہ بات بھی صحت و مزاج اور طبیعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، اس لئے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ سو/۱۰۰ سال تک پہنچ جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی تمام قوتیں اپنی جگہ قائم رہتی ہیں اور زائل نہیں ہوتی ہیں۔

۳..... یہ بھی مستحب ہے کہ اگر کوئی اس سے عمر یا علم کے لحاظ سے اونچا ہو، یا اس جیسا ہو، اس کے سامنے حدیث بیان نہ کرے۔

۴..... اسی طرح ایسے شہر کے اندر کہ اس میں اس سے بڑا محدث ہو، اور لوگوں کو حدیث بیان کرتا ہو، وہاں بھی حدیث بیان نہ کرے۔

۵..... اگر کہیں اس سے بڑا محدث بیٹھا ہوا ہو، اور اس سے حدیث کے بارے میں پوچھ لیا جائے، تو چاہئے کہ اس بزرگ اور بڑے محدث کی طرف اشارہ کرے کہ ان سے معلوم کریں۔

۶..... کسی کو عدم اخلاص کے گمان کی وجہ سے احادیث سے محروم نہیں کرنا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیت درست کر دے۔

۷..... چاہئے کہ لوگوں کو حدیث کے پہنچانے اور تعلیم دینے میں حریص ہو۔

۸..... چاہئے کہ حدیث کے بیان کرنے کے لئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا

طریقہ اختیار کرے، وہ جب احادیث بیان کرنے کے لئے بیٹھتے، تو پہلے وضو فرماتے، پھر درس کی جگہ بیٹھ جاتے، داڑھی میں کنگھی فرماتے، خوشبو لگا لیتے، اور وقار اور ہیبت کے ساتھ ایسے بیٹھ جاتے جیسے کہ پیغمبر علیہ السلام خود مجلس میں تشریف فرما ہوں، کھڑے ہونے کی حالت میں حدیث بیان نہ کرتے، اور جلدی بھی نہیں کرتے، اور اگر کوئی حدیث کی مجلس میں آواز زیادہ بلند کرتا، تو اس کو منع فرماتے۔

۹..... چاہئے کہ ہر طرف شاگردوں اور سننے والوں کی طرف منہ کرے، اور

(جیسے ہمارے زمانے کے طلبہ کی طرح) حدیث جلدی جلدی نہ پڑھے، بلکہ آہستہ آہستہ اسے پڑھے، تاکہ ہر ایک احادیث کے الفاظ کو سمجھ جائے، اور ان کا معنی معلوم کرے۔

۱۰..... یہ بھی مستحب ہے کہ احادیث کے درس کی ابتداء ایسے پڑھنے والے سے کرائے کہ آواز اس کی میٹھی ہو، اور جب پڑھنے والا حدیث پوری کرے، تو محدث پہلے بسم اللہ پڑھے، اور پھر اللہ کی حمد اور ثناء کہے اور پھر پیغمبر علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں پر درود شریف پڑھے۔

۱۱..... یہ بھی مستحب ہے کہ جب اپنے استاذ کا ذکر کرے تو چاہئے کہ اس کی تعریف کرے، اسلاف کا بھی یہی طریقہ تھا۔

۱۲..... تمام طلباء کو آواز پہنچانے کے لئے چاہئے کہ ایک بلند و بالا جگہ جیسے کرسی وغیرہ پر بیٹھے، اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو کھڑے ہو کر حدیث بیان کرے (یا لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرے)۔

حدیث کے طالب علم کے آداب

۱..... طالب علم کو چاہئے کہ سب سے پہلے عاجزی کیساتھ اللہ کی طرف توجہ کرے اور سبق کے لئے توفیق اور آسانی کی دعاء کرے، چاہئے کہ اس کے خوب اچھے اخلاق ہوں، اور عمر کی حد بھی اتنی ہو کہ یاد کر سکتا ہو۔

۲..... چاہئے کہ فرصت کا وقت غنیمت جانے، سب سے پہلے حدیث کا علم حاصل کرے۔

۳..... چاہئے کہ پہلے اپنے شہر کے اس عالم سے حدیث سنے جس کی سند عالی ہو اور پرہیزگاری اور تقویٰ میں سب سے زیادہ ہو، اور جب اپنے شہر کے محدثین سے فارغ ہو جائے، تو حدیث کے سننے کے لئے دوسری جگہ سفر کرے اور حدیث کے اماموں کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔

۴..... سفر کی تکالیف اور (حضر کی) عیش و عشرت کو حدیث کے حاصل کرنے میں

رکاوٹ نہ بنائے۔

۵..... ہر قسم کی حدیث جب سنے، اور اس کو یاد کر لے تو اگر عمل کے ساتھ تعلق

رکھتی ہے تو اس پر عمل کرے اس لئے کہ یہ عمل، علم کی زکوٰۃ ہے۔

۶..... چاہئے کہ جس استاذ سے حدیث سنے اس کی تعظیم اور احترام کرے، اس

لئے کہ یہ علم کا احترام اور عزت ہے، استاذ کے ساتھ طویل گفتگو نہ کرے، اس لئے کہ وہ اس پر ناراض ہو سکتا ہے، اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ استاذ کی ناراضگی علم سے محرومی کا سبب بن جاتی ہے۔

۷..... چاہئے کہ اپنے کاموں میں استاذ سے مشورہ لے، اور اگر اس کو فائدہ پہنچے،

تو اوروں کو بھی یہی مشورہ دے۔

۸..... یہ خیال نہ کرے کہ یہ تو مجھ سے عمر کے لحاظ سے، یا مرتبہ یا نسب کے لحاظ

سے نیچے ہے، اور اس طرح تکبر کی وجہ سے اس استاذ سے حدیث سننا چھوڑ دے، یہ نہ کرے بلکہ چاہئے کہ استاذ کی سختی اور غصہ برداشت کرے۔

۹..... چاہئے کہ جو احادیث اسلام کی بنیاد ہیں اور ضروری ہیں ان کو پہلے سنے،

اور غیر ضروری راویوں کی کثرت کی وجہ سے ویسے ہی اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

۱۰..... ہر جزو یا کتاب جب سنے، چاہئے کہ پورا سنے، بغیر کسی ضرورت کے کچھ

سننا اور کچھ چھوڑنا نہیں چاہئے۔

۱۱..... حدیث کا صرف سننا کافی نہیں ہے، بلکہ اپنی سنی ہوئی احادیث کے ضعف و

صحت اور معنی و فقہ کو خوب جان لے اور اپنے آپ کو خوب اس پر باخبر کرے، یہاں تک کہ

اعراب، لغت اور ان حدیثوں کے اُسماء الرجال سے بھی اپنے آپ کو اچھی طرح واقف کرے۔

۱۲..... علم کے حاصل کرنے کے دوران اس طریقہ پر عمل کرے۔

(۱) پہلے صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے۔

(۲) پھر سنن أبی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، اور سنن ابن ماجہ۔

(۳) پھر سنن کبریٰ للبیہقی، اور شرح معانی الآثار للطحاوی۔

(۴) پھر مسانید، جیسے مسند أحمد بن حنبل وغیرہ۔

(۵) چاہئے کہ تاریخ کے لئے ”التاریخ الکبیر للبخاری“ اور ”تاریخ أبی خیشمة“ مطالعہ میں رکھے۔

(۶) اور ”جرح وتعديل“ کے لئے ”کتاب الجرح والتعديل لابن أبی حاتم“ دیکھے۔

(۷) اور مشکل ناموں کو پہنچانے کے لئے ابن ماکولارحمہ اللہ کی کتاب (تہذیب مستمرّ الأوهام علی ذوی المعرفة وأولی الأفہام) اپنے پاس رکھے۔

(۸) غریب الحدیث کے حل کے لئے محدث گجراتی کی ”مجمع البحار“ اور ابن اثیر کی ”نہایہ“ کافی ہے۔

(۹) حدیث اپنی استطاعت کے مطابق کم پڑھے، تاکہ مطلب تک ان کے پہنچنا آسان ہو۔

.....

۱۔ ملخص از ”الخلاصہ فی اصول الحدیث“، تالیف حسین بن عبد اللہ الطیبی رحمہ اللہ از ص ۱۴۰ تا ۱۴۳

الحمد للہ، آج پیر کے دن، عصر چار بجے، جمادی الثانی کی دوسری تاریخ ۱۴۱۵ھ
اور نومبر کی ساتویں تاریخ ۱۹۹۴ء کو اس کتاب کے ترجمہ سے فارغ ہوا۔

وکتبہ

ابو یوسف محمد ولی درویش غفرلہ

الأستاذ بجامعة العلوم الإسلامية

۱۴۱۵ھ/۶/۲ بمطابق ۱۹۹۴ء/۱۱/۷

اور اس کی نظر ثانی سے اتوار کے دن، شوال کی سترہویں تاریخ ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۹ مارچ
۱۹۹۵ء کو فارغ ہوا۔ فله الحمد أولاً و آخراً و ظاهراً و باطناً و صلى الله على
خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم
الدين . آمين يا رب العلمين.

وکتبہ

ابو یوسف محمد ولی درویش غفرلہ

۱۴۱۵ھ/۱۰/۱۷ بمطابق ۱۹۹۵ء/۳/۱۹

الحمد للہ کہ آج بروز پیر تاریخ ۳ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۱ فروری ۲۰۰۸ء بوقت
عشاء ساڑھے آٹھ بجے کتاب ”الجهد الاثيث في ترجمة السعي الحثيث في
مصطلح الحديث“ کے اردو ترجمہ سے بفضلہ تعالیٰ و عونہ فارغ ہوا، جبکہ اس کی ابتداء
بتاریخ ۸ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۸ جنوری ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بوقت عصر ۶ بجے کو

بتوفیق اللہ ہوئی تھی۔ والحمد لله رب العلمین۔

وکتبہ

محمد عمران ولی

مجلس دعوة وتحقیق اسلامی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۲۰۰۸ء ۲-۱۱/۱۴۲۹ھ

.....

اور اس کی نظر ثانی سے آج بروز پیر بتاریخ ۲۴ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۳ مارچ

۲۰۰۸ء بوقت عصر ۶ بجے فارغ ہوا۔ والحمد لله على ذلك حمداً كثيراً والصلوة

والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين

وتقبل منا انك انت السميع العليم بحرمة نبيك الكريم. اللهم آمين.

وکتبہ

محمد عمران ولی

۲۰۰۸ء ۳-۳/۱۴۲۹ھ

فہرست مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱	مقدمہ شرح سفر السعادة	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
۲	عجالة نافعہ	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ
۳	بستان المحدثین	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ
۴	الخلاصہ فی اصول الحدیث	شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی رحمہ اللہ
۵	شرح نخبۃ الفکر	علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ
۶	تقریب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ
۷	شرح شرح النخبۃ	ملا علی قاری الہروی رحمہ اللہ
۸	تیسیر مصطلح الحدیث	دکتر محمود الطحان
۹	اصول التخریج ودراستہ الاسانید	دکتر محمود الطحان
۱۰	قواعد فی علوم الحدیث	علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ
۱۱	مقدمہ فتح الملہم	علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
۱۲	من اُطیب الخ فی علم المصطلح	عبد الکریم مراد و عبد الحسن العباد
۱۳	تدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
۱۴	معارف السنن	محدث العصر سید محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ
۱۵	المنظومۃ البیقونیۃ	عمر بن محمد فتوح الدمشقی رحمہ اللہ
۱۶	علوم الحدیث	علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ

.....تمت بالخیر.....

بیاد

حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ

”وہ فدائے مصطفیٰ ﷺ تھے چل بے“

وہ فدائے مصطفیٰ تھے چل بے	اک یارِ با وفا تھے چل بے
بس وہ مردِ با خدا تھے چل بے	شاعر و مفتی ادیب بے بدل
خوش مزاج و خوش لقا تھے چل بے	باغبان گلشنِ اسلام تھے
حامی دینِ ہدیٰ تھے چل بے	ترجمانِ مسلکِ احناف وہ
اہلِ دل دردِ آشنا تھے چل بے	اک محقق، صاحبِ شرع و طریق
حق شعار و حق ادا تھے چل بے	نکتہ دان و نکتہ سنخ و نکتہ بین
وہ فقیر بے نوا تھے چل بے	زاہد و عابد مجاہد سر بکف
رندِ مشرب با صفا تھے چل بے	بزمِ یاراں میں رہے عالی مقام
عکسِ تسلیم و رضا تھے چل بے	محفلوں میں انجمنِ آرا رہے
دل نشین و دل کشا تھے چل بے	تھے ظرافت میں بھی یکتا اور فرد

وصفِ درویشی میں فانی بے بدل

در حقیقت اک گدا تھے چل بے

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحبِ زیدہ مجدد

استاذ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

”وہ درویشِ زمانہ تھے“

وہ مفتی تھا ، ولی بھی تھا ، وہ درویشِ زمانہ تھا
چراغِ زہد و تقویٰ ، علم و دانش کا خزانہ تھا
محبت تھی اسے سارے چمن کے پھول کلیوں سے
گلستانِ بنوری ٹاؤن سے بندھن پرانا تھا
جہاں کی رونقوں ، رعنائیوں اور شوخیوں میں بھی
خدا سے آشنا ، رنگین دنیا سے بیگانہ تھا
احادیث و فقہ ، تفسیر کے وہ علم کا ماہر
صفِ اول کا شیدائی ، تہجد کا دیوانہ تھا
جو دل آباد تھا اس کا خدا کے خوف سے ہر دم
لبِ شیریں پہ ذکرِ الہی کا ترانہ تھا
میرا سوزِ جگر پوچھے ، میری چشماں تر پوچھیں
کہاں ہے باصفا وہ جنکا چہرہ مؤمنانہ تھا
چمن ویراں ، فضائیں رو رہی ہیں ان کے جانے سے
بہت بے رنگ ہے بے کیف جو منظر سہانا تھا
بیرا اب کہاں ہوگا تیرا اے نغمہ زنِ بلبل!
وہ شاخِ گل ہی ٹوٹی ہے جہاں پر آشیانہ تھا
کریں گے نازِ سیفی جو رہے ہیں ان کی صحبت میں
کہ جن کی روشنی علم سے روشن زمانہ تھا

مولانا خالد ولید سیفی

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

۱۹ اگست ۱۹۹۹ء

اس کتاب میں نایاب فوائد

- ۱ ضروری اصطلاحات حدیث شریف سے کم وقت میں واقفیت آگاہی
- ۲ محدثین و کتب حدیث کی خاص اصطلاحات سے باخبر رہنا
- ۳ خاص کرامام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تین اصطلاحات (صحیح، حسن، غریب) سے واقف ہونا
- ۴ حدیث کی کتابوں کی اقسام کو (باعتبار اسلوب جدید) پہچاننا
- ۵ انواع حدیث صحیح و ضعیف میں فرق کرنا
- ۶ بخاری و مسلم اور دوسری کتب حدیث میں فرق کرنا
- ۷ انواع حدیث مرفوع کا مثالوں سے سمجھنا
- ۸ حدیث کی مختلف کتابوں میں (مرتبہ کے اعتبار سے) فرق کرنا
- ۹ ”شرح نخبة“ کا خلاصہ آسان لفظوں میں جاننا
- ۱۰ آداب شیخ و طالب حدیث کا یاد رکھنا

تلك عشرة كاملة

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری شاؤن کراچی 021-4927159